

محدث

وَرَبِّكَ الْبَاقِي
وَسِرِّكَ الْبَاقِي



مجلس التحقيق الإسلامي كاردن باون لاہور

مدیر اعلیٰ

حافظ عبدالرحمن مدنی

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمن مدنی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا - کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور حافظ عبدالرحمن مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور لحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فنی شماره: ۲۰ روپے زیر سالانہ: ۲۰۰ روپے بیرون ملک: ۲۰ ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ ۲۰۰ روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی

مضامین سے استفادہ کریں۔ ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۷۴۷۰۰

فون نمبر: 0305 - 4600861 / 042 - 3586639 / 35866476 موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے محدث کے مقاصد

✍ عناد اور تعصب قوم کیلئے زہر ہلا بل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

✍ علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوس بنانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

✍ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اُقدار کے منافی ہے!

لیکن دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

✍ تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالِحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

✍ آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانازندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

✍ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

لاہور

محدث

ماہنامہ

جلد ۸	رجب المرجب ۱۳۹۸ھ	عدد ۷
-------	------------------	-------

فہرست مضامین

- ۱- فکر و نظر بے داغ ضمیر کی آواز ادارہ ۲
- ۲- التفسیر والتبصیر سورۃ بقرہ (۲۲) مولانا عزیز زبیدی ۸
- ۳- دارالافتاء (۱) زکوٰۃ کے بعض مسائل و احکام شیخ عبدالعزیز بن باز ۲۵

ترجمہ: مولانا سیف الرحمن

(۲) غوث، تطیب، ابدال

(۳) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام کی کیا رہویں؟ مولوی محمد شفیع

- ۴- نقد و نظر اسلام کا قانون سرقرم مولانا برقی التوحیدی ۳۷
 - ۵- شعر و ادب گو کائنات حسن ہے یا حزن کا کائنات (نعت) پر نئی نظر اور احسن جواب ۴۸
- نائدہ کچھ بھی نہیں اب تیری غنائی کا (نظم) ... مولانا عبد الرحمن عاجز ۷

ناشر: حافظ عبدالرحمن مدنی طابع: چودھری رشید احمد مطبع: مکتبہ جدید پریس، ۴ - شارع فاطمہ جناح، لاہور

فی پرچہ ۱ ۱۶۵۰ روپیہ

زر سالانہ: ۱۵۶۰ روپے

بے داغ ضمیر کی آواز

ضمیر سینہ کے اندر اس پوشیدہ قوت، احساسات کی بے چین روشنی اور غنی آواز کا نام ہے جو انسان کے اندر ایک جج اور کانٹنس کے طور پر کام کرتی رہتی ہے۔ اگر دوسرے عوارض کی وجہ سے یہ نورانی ملکہ دھندلانے نہ پائے تو ایک نابینا انسان بھی اس کی روشنی میں اپنا سفر حیات جاری رکھ سکتا ہے۔ اور اس کی خلش، انسان کی سدا چولکا کر رکھنے کے لیے کافی ہو سکتی ہے، بشرطیکہ یہ بیدار رہے۔

انسانی زندگی، بحر بے کنار ہے، انسان جس بھی میدان میں قدم رکھتا ہے، اس سلسلے کے معروف اور منکر، مفید اور مضر، صحیح اور غلط سجا اور بے جا کا ایک قدرتی احساس کروٹ لینے لگ جاتا ہے۔ اس باب میں جس قدر کسی کا قدم راسخ ہوتا ہے، اتنا ہی انسانی ضمیر کے آئینہ میں قدرتی واردات اور احساسات منعکس ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ الایہ کہ غیر فطری مجاہبات حاصل ہونا شروع ہو جائیں اور ضمیر کا افق دھندلانے لگ جائے! اسلامی سرزمین سے جو ضمیر ابھرتا ہے، وہ مخصوص تعامل، خاص فکر اور مخصوص معاشرہ کا حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی کمک بھی، خاص قسم کی خلش ہوتی ہے۔ جس کی تحریک پر انسانی قلب و نگاہ میں ایک تہوج پیدا ہو جاتا ہے اور جتنی اس میں جان ہوتی ہے، اتنی ہی وہ انسان پر اثر انداز ہو جاتی ہے۔ ناقص ہے تو ناقص، کامل ہے تو کامل۔

اسلامی ضمیر کی آبیاری اور جلا کیلئے کچھ ایسے عوامل کی طرف توجہ دلائی جاسکتی ہے جس کی وجہ سے یہ ضمیر کا روانہ حیات کے لیے "بانگ درا" کا کام دینے کے قابل ہو جاتا ہے۔

کتاب و سنت۔ کتاب و سنت نے قاننہ حیات کے لیے جو سنگ میل نصب کیے ہیں، ان کا احترام بہر حال ملحوظ رکھا جائے کیونکہ قرآنی یل و نہار اور نبوی شب و روز کے

حامل انسان پر باطنی روشنی کی اس قدر ارزانی ہو جاتی ہے کہ اسے یٰلٰہٰمَ کُنْہَا رَہْمًا (اس کی رات بھی دن) کی حقیقت کبریٰ مشہود ہونے لگ جاتی ہے۔ اندھیرے چھٹ جاتے ہیں، قلب و نگاہ کے اعلق کافور ہو جاتے ہیں، قدم قدم پر حقائق کی شعلیں فوزاں محسوس ہونے لگتی ہیں، اور اس سے سود و زیاں کے اندیشوں کے چراغ جگمگا اٹھتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ دَأْوَا يُدْخِلْكُمْ فِيهِ الْبِرَّ أَتَمَّ مِمَّا كُنْتُمْ فِيهِ
تَحْسِبُهُ دِيْعًا لَّكُمْ نَوْمًا لَّمْ تَشَوْا فِيهِ وَلَيُغْفِرَنَّ لَكُمْ (پاک) - الحديد ۷۴

”مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ ورنہ خدا تم کو اپنی رحمت میں سے دودھرا حصہ دے اور تم کو ایسی روشنی عنایت کرے جس (کی روشنی) میں چلو اور تمہارے گناہ معاف فرمائے!“

یہ شعلیں ”ثبوت ساز“ نہیں ہوتیں اور نہ یہ کسی ادعائی منصب کے لیے سازگار تحریک کا کام دیتی ہے بلکہ یہ ”بندہ مومن“ کے قلبی واردات، خطرات اور غلش کی طہارت اور قابلِ سماع صداؤں کا بیان ہے۔ جو صدقِ نیت کے باوجود کبھی غلط بھی ہو سکتی ہے۔ بے فائدہ اور غیر ضروری کام۔ ضمیر کی عافیت کے لیے ضروری ہے کہ انسان کو غیر ضروری امور کی چاکری سے دور رکھا جائے ورنہ اس کا دل ایک کباڑ خانہ بن جائے گا جس سے ضمیر کے ساتھ ساتھ دوسرے آوارہ صداؤں کی آوازیں بھی بلند ہونا شروع ہو سکتی ہیں، اس لیے اب اصلی اور فصلی صداؤں میں امتیاز بھی باقی نہیں رہ سکے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ حُجِّنَ إِسْلَامَ الْعَوِّ تَرَكُهُ مَا لَا يَنْبَغِيهِ (ترمذی)

”انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے مقصد کام چھوڑ دے“

انسان سراپا دولت ہے، اس کی توجہ، اس کے کام، اس کے اوقات اور لمحات سبھی بڑی چیزیں ہیں انھیں ضائع ہونے سے بچایا جائے، کیونکہ اس کے ضیاع سے دل کی موت واقع ہو سکتی ہے۔ جب مکان نہ رہا تو پھر مکین کیسے؟ کیونکہ ضمیر کا مسکن دل ہی تو ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ: خدا کے قرب و وصال کے حصول کے لیے اسے مصروف رکھنے کی کوشش کی جائے تاکہ زندگی کی راتیں روشن، دل میں امنگیں نورانی، قلب و دماغ ”بیت اللہ“ (اللہ کا گھر) احساسات و واردات ربانی مہمان کی حقیقت

سے سینہ میں جاوہ گر ہوں : حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :

فَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَهُمْ مَّسَلًا وَرَأَتْ اِلٰهُ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ

(ربط - العنکبوت ۷)

”اور جن لوگوں نے ہمارے واسطے محنت کی، ہم ان کو اپنی راہیں ضرور سمجھائیں گے“
یقین کیجیے : اللہ تعالیٰ اہل اخلاص بندوں کے ساتھ ہے۔

ہدایت ایک وہ ہوتی ہے جو منزل سے ہٹنا نہ کر دیتی ہے۔ دوسری وہ ہوتی ہے جس سے منزل کی راہیں روشن ہو جاتی ہیں، جس کے بعد راہی شرح صدر اور طمانیت کے ساتھ اپنا سفر حیات جاری رکھ سکتا ہے، گھٹن اور انقباض کے امکانات گھٹ جاتے ہیں۔

احسان کا مفہوم یہ ہے کہ پورے وثوق سے رب کی معیت کے احساس کے ساتھ وہ اپنے رب کی غلامی کرتا ہے، ایک ایسا غلام ہو کر جیتا ہے جو اپنے مولیٰ سے محبت بھی کرتا ہے اور اس کے قرب کا لالچ بھی رکھتا ہے۔

قَالَ: مَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنَّكَ تَرَاهُ
قَالَ: يَرْكَ (بخاری سوال جبرائیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۱)

عرض کی : حضور! احسان کیا شے ہے؟ فرمایا یہ کہ آپ خدا کی عبادت اور غلامی یوں کریں کہ تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر آپ کے لیے یہ (مقام) ممکن نہیں تو یہ ہونا چاہیے کہ وہ ذات پاک تو آپ کو دیکھ رہی ہے۔

یعنی جو لوگ مقام احسان پر فائز ہیں، حق تعالیٰ ان پر اپنی راہیں کھولتا چلا جاتا ہے۔ ضمیر کی مشعلیں اس پر روشن ہو جاتی ہیں، اس لیے زندگی کے اس خس و خاشاک سے بچ بچ کر چلنے کی سکت پالیتا ہے جن سے سالک کے پاؤں زخمی ہو سکتے ہیں قدم بے ساختہ ادھر کو اٹھتے ہیں۔ انسان کے شب و روز اور تعامل کا اس کے روحانی مستقبل اور دنیا سے دل پر گہرا اثر پڑتا ہے بلکہ دل کی پوری کیفیت اس کے اپنے میل و نہار کا حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے جب کسی کا دل ان اقدار حیات سے آباد ہو جاتا ہے جن سے ”من کی دنیا“ آب و تاب پالیتی ہے تو پھر قدرتی طور پر کتب و سنت کی ہر آواز اسے اپنے دل کی آواز محسوس ہونے لگتی ہے اور پہلے جو عمل کوئی ایک آئینی

فریقہ کے طور پر بجا لاتا ہے، اب وہ اس کے دل کی پیاس بن جاتا ہے۔ اس لیے فرمایا:

وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أُجِيبَهُ فَأَذَّابُ أَجِبَتُهُ كُنْتُ سَعْدُ
الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَيَصْرُكَ الْأَذَىٰ يُبْصِرُهُ وَيَدَا الْأَسَىٰ يَبْطِشُ بِهَا وَرَحِيلُهُ
الَّتِي يَسْتَحْيِي بِهَا (بخاری)

”جب کوئی بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب چاہتا ہے تو میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اسے اپنا جلیب بنالیتا ہوں تو میں اس کی سماعت (شنوائی) بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی بصارت (دید) بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کام لیتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔“

مقصود یہ ہے کہ وہ میرا بن جاتا ہے، میں اس کا، وہ جو بھی کام کرتا ہے میری خوشنودی کے لیے کرتا ہے اور میری مرضی اور منشا کے مطابق انجام دیتا ہے کیونکہ اب وہ میرا شناسا ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کا دل اسے بتا دیتا ہے کہ میں کس بات سے خوش ہوتا ہوں اور کس بات سے ناخوش! — اس کے ضمیر کی ہر غلش، اب اس کے لیے ”بانگ درا“ بن جاتی ہے اور اس کا انقباض مومنانہ اندیشوں کی ایک بے چین نڈائتا بت ہوتی ہے ”تقویٰ“ بھی دراصل مومنانہ ضمیر کی اسی غلش کا نام ہے — چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ:

إِلَّا تَنْتَهَوْا حَاكَ فِي نَفْسِكَ (مسلم)

”گناہ وہ ہے جو آپ کے دل میں غلش پیدا کرے۔“

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ:

لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ التَّقْوَىٰ حَتَّىٰ يَدَّعِ مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ

(بخاری)

بندہ تقویٰ کے رُوح کو اس وقت تک نہیں پاسکے گا جب تک وہ اپنے ضمیر کی غلش کا احترام نہیں کرے گا۔

لوگ کچھ کہیں پروا نہ کر۔ ایسے بندہ مومن کے ضمیر کی غلش قابل احترام ہوتی ہے اس لیے

حضور نے فرمایا:

اَسْتَمْتِ قَلْبَكَ (داری)

”اپنے دل سے استصواب کر لیجیے!“

پھر فرمایا:

وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَامْتَوَكَ (داری)

”گر لوگ تجھے اس کے جائز ہونے کا فتویٰ ہی کیوں نہ دیں۔“

مقصود یہ ہے کہ: لوگوں کی بھیڑ چلا، اور خواہی پروا نہ کیجیے! آپ کے مومنانہ ضمیر کی جو صدا ہے، اور جس امر کے اختیار کرنے میں اسے اندیشہ لاحق اور بے اطمینانی کا سامنا ہے۔ اس کا بہر حال آپ کو احترام کرنا چاہیے۔

بلکہ یہی بات زندگی کے ہر شعبے میں ملحوظ رکھی جاسکتی ہے، بھیڑ چال کے تقاضے کچھ اور ہیں، مگر صاحب دل، اہل فن کی فنی خداقت اور اس کی بے چینیوں کی تسخیر کچھ اور ہے قوم کے بھی خواہ اور ایماندار مگر نابض سیاستدانوں کے ضمیر کی آواز کچھ کہتی ہے لیکن عوام عوامیانہ تقاضوں اور خواہشات کی فرمائشیں کچھ اور چاہتی ہیں، اس لیے فرمایا کہ: ان کی پروا نہ کیجیے۔

”وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَامْتَوَكَ“ نے متداول اور مغربی طرز کی مروج جمہوریت اور عوام کی عوامیانہ شک بندلوں کے پلے میں قومی زعما کو باندھنے کی ریت پر کاری ضرب لگائی ہے۔ بات اصل ٹھک کی ہے۔

... شور کی نہیں ہے، تولنے کی ہے گھننے کی نہیں ہے، بات سوسنا کی نہیں، ایک لوہار کی ہے، بلا شیری کی نہیں اپنے اطمینان کی ہے۔ اس لیے جو لوگ ”عوام عوام“ اور ان کی ”دھچپسیوں اور خواہشات“ کی رٹ لگاتے ہیں وہ حقیقت پسندانہ بات نہیں کرتے، کیونکہ عوام کو رہنمائی جہیا کرنا ہے، لینا نہیں ہے۔ ہاں عوام کے حقوق اور ان کے مناسب مستقبل کی بات کرنا ضرور دانشمندی ہے مگر اپنے سیاسی اغراض کی تکمیل کے لیے ان کے حقوق کا واسطہ دنیا، ایمان دارانہ بات نہیں ہے۔

اسلام نے جس ضمیر کی آواز کی طرف توجہ دلائی ہے، وہ صرف وہ ہے جو اسلامی طرز حیات کا حاصل ہے، جس نے بے بس تنکے کی طرح اپنے آپ کو کتاب و سنت کی

موجوں کے حوالے کر رکھا ہے۔

یہ روشنی ”قرآن و حدیث“ کے سرمدی چراغوں کو بھیجا کر روشن نہیں ہوتی بلکہ اس کی مشعلوں سے مستنیر رہتی ہے۔

یہ ضمیر ”ادارۃ الطریق“ کا نام ہے۔ نبوت اور رسالت کی زمین نہیں ہے اور نہ کسی کم سواد اور بر خود غلط کی کن ترانیوں پر مبنی ہے۔

اس کا تعلق تقلید سے نہیں، بصیرت سے ہے، وہ لوگوں کی بھیڑ چال کا مرید نہیں ہے بلکہ وہ ان کی رہنمائی کا نام ہے۔

ضمیر کی آواز قابل احترام ضرور ہے لیکن اس کا بے خطا ہونا ضروری نہیں ہے بعض اوقات بعض داعی اور خارجی حجابات کی وجہ سے یہ مشعلیں مدھم ٹپکتی ہیں۔

عبد الرحمن عاجز مالک کوٹلوی

فائدہ کچھ بھی نہیں اب تری غوغائی کا

میرے آقلے سے یہ حال آپ کے شیدائی کا
تیری قدرت کے کمالات کا دیتا ہے پتہ
زخمِ الفت ہی میں ہمارا کو حاصل ہے سکون
دہر و رات و فدا و در ہے منزل تیری
خوبیاں اوروں کی آتی ہیں نظر ان کو عیوب
ایک مفلس ہوں، گنہگار ہوں، میں کسے ہوں
اہل حق بہت و جرات سے گزر جاتے ہیں
جرم سے پہلے ہی انجام پر رکھتی تھی نظر
سب و غم، راحت و فرحت سے بدل جاتے ہیں
قصہ نیکی ہی پر اکرام و کرم کی بارشیں

مل گیا اس کو لقب دہر میں سودائی کا
رنگ یہ، سخن یہ ہر لالہ صحرائی کا
معجزہ ہے یہ فقط ان کی مسیحا کی
چھوٹ جائے نہ کہیں ساتھ شکیبائی کا
جن کے دل میں ہے جنوں اپنی خود آرائی کا
فائدہ کیا تھیں مجھ سے شناسائی کا
مرحلہ آتا ہے جب باویہ پیمائی کا
فائدہ کچھ بھی نہیں اب تری غوغائی کا
قوت مضبوط ہو، یارا ہو شکیبائی کا
ایک حیلہ ہے مری حوصلہ افزائی کا

فائدہ دل ہے، یہ عاجز ہے، محبت ہے تری
ہے اثاثہ یہی مولائے شیدائی کا

★

سُورَةُ بَقَرَةِ

(قسط ۲۱)

(بقیہ حاشیہ ۲۱ قسط گزشتہ)

اس دن وہ جھگڑیں گے۔ ایک دوسرے کو وہ وہاں ملزم ٹھہرائیں گے اور کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم گمراہ نہ ہوتے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ (زمزم) يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلَى بَعْضٍ نَّ الْقَوْلِ يَقُولُ الَّذِيْنَ اسْتَضَعُّوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكَبَرُوْا لَوْلَا اَنَّهُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ (پا۔ سباع)

لیڈر بولیں گے کہ تم خود ہی بد تھے

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكَبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَضَعُّوْا لَنُحْمَ صَدَدُكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَاءَكُمْ بِكُمْ مَّجْرِمِيْنَ (ایضاً)

کمزور عوام کہیں گے کہ تمہاری جعل سازیوں اور ہتھکنڈوں نے ہمارا بیڑا غرق کیا۔

بَلْ مَكَرُ الْاَيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَأْمُرُوْنَ اَنْ تَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَتَجْعَلَ لَهُ اَنْدَادًا (ایضاً)

بد لیڈروں سے کہیں گے کہ اس مشکل گھڑی میں ہمارے کچھ کام آسکو گے؟ وہ کہیں گے

کام کیا آئیں۔ اس برے حال میں ہم خود تمہارے ساتھ ہیں :

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ الشَّارِہِ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكَبَرُوْا اِنَّا كُلُّ

رَبِّهَا (پا۔ مومن ۷)

اب یہ عوام خواہش کریں گے کہ : الہی ! پھر ایک دفعہ ہمیں دنیا میں جانا ملے تو ہم ان

سے اسی طرح پرے رہیں جس طرح یہ آج ہم سے کتنی کترا رہے ہیں۔

وَاَنْ لَّا كَرَّةَ فَتَنْبَرِاْ مِنْهُمْ كَمَا تَنْبَرُوْا اِمَّا (بقدر ۷)

کاش ! ہم نے اللہ اور رسول کا کہا مانا ہوتا، ان چودھریوں کے بھڑے میں نہ آتے۔

يَلَيْسَتْ اَطْعَمَنَا اللهُ وَاطْعَمَنَا الرَّسُولَ (احزاب ع)

ہیں تو یہ عوامی لیڈر سے ڈوبے۔

اَنَا اَطْعَمَا سَادَتَنَا وَكَبَرَاءَنَا فَاصْلُوْنَا السَّبِيلَا

الہی! ان کو دگنے جوتے مار اور ان پر لعنت پر لعنت برسا۔

بَنَّا اَقْبَهُمْ ضَعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ اَلْعَذَابِ اَلْعَذَابِ لَعْنًا كَبِيرًا (الضاح)

پھر ایک دوسرے سے مکس گے اور لعنتیں کرس گے۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ دَلِيلًا لِّبَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَلْعَنكَوْتِ ع

اٹھ کھڑے ہونے کا دن۔ دوسرے مور پھونکنے پر سب مردے اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اس لیے اسے یوم القیمة (روز قیامت، کھڑے ہونے کا دن) بھی کہتے ہیں۔

فَاِنَّ اللهَ يَعْلَمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (بقرہ ع)

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تَبْعُونَ (پ۔ مومنون ع)

حساب کا دن۔ اس دن سب کا حساب کتاب ہوگا۔ اس لیے اسے یوم الحساب بھی کہا گیا ہے۔

هَلْ مَا تُوْعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ (پ۔ ص ع)

اس دن باز پرس ہوگی۔ وَهُمْ يُسْأَلُونَ (پ۔ انبیاء ع)

وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْعَلُونَ (پ۔ عنکبوت ع)

اُن کا کیا کرتا سب سامنے آجائے گا۔ يَسْأَلُوا الْاِنْسَانَ يَوْمَئِذٍ اِمَّا قَدَّمْ وَاٰخَرُ (پ۔ القیمة ع)

اُس دن کوئی راز راز نہیں رہے گا۔ يَوْمَئِذٍ الْمَسْرُورُ (الطارق ع)

بھاری دن۔ اس سے بھاری دن اور کوئی نہیں ہوگا، اس لیے حقیقی اور واقعی بھاری دن بھی یہی دن کہلاتا ہے۔

وَيَذَرُونَ وَاَثَمَهُمْ يَوْمًا تَقِیْلًا (سورہ دھر ع)

زمین بھی خبریں نشر کرے گی۔ زمین کی پشت پر انسان رہ کر جو کتاب سے زمین اس کو یوں بیان کرے گی جیسے ٹیپ۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (سورہ زلزال)

چنچ دیکار کا دن - یہ وہ دن ہوگا جب ہر طرف سے چنچ دیکار برپا ہوگی : یا اس لیے ہر ایک کو نام بنام پکار کر بلایا اور حساب لیا جائے گا۔

(اِنَّ اَخَاتٍ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّلَاحِدِ (مومن ع)

اس دن نامہ اعمال سامنے پائے گا۔ یہ وہ دن ہوگا کہ انسان اپنا اپنا نامہ اعمال کھلا ہوا اپنے سامنے پائے گا۔

وَنُخْرِجُكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَشْهُورًا (بنی اسرائیل ع)

یہ کتاب بچہ (نامہ اعمال) جعلی نہیں ہوگا بلکہ اس کے شب و روز کا ہو بہو ریکارڈ ہوگا۔
كِتَابًا يُنَاطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ (جاشیہ ع) کیونکہ ساتھ ساتھ ہم وہ لکھواتے جاتے تھے۔ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْشِجُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (پش۔ جاثیہ ع) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ (رق۔ ع) مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (ق۔ ع)
ہر جماعت کو بلا بلا کر ان کا نامہ اعمال دکھایا جائے گا۔

كُلُّ اُمَّةٍ مُّندِعٍ اِلَىٰ كِتَابِهَا

اپنے نامہ اعمال کے لیے۔ قیامت میں لوگ اپنے اپنے نامہ اعمال کے دیکھنے کے لیے ٹولیاں بن کر اپنی اپنی قبروں سے حشر کے میدان میں ٹوٹیں گے تاکہ وہ اپنے کزوت اور اعمال خود ہی شاہدہ کر لیں۔

يَوْمَئِذٍ يُصْعَدُ النَّاسُ اَسْثِنَاتًا يَسِيرُوا اَعْمَالَهُمْ (سورة الزلزال)

خوف سے آنکھیں نیلی ہو جائیں گی۔ حشر کا خوف اس قدر ہوگا کہ آنکھیں نیلی ہو جائیں گی۔

وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ نُورًا طَهُ (ع)

اگر وہ جاہل بھی ہوگا تو اسے کہا جائے گا تو اب اپنی آنکھوں سے اپنا کچا چٹھا دیکھ اور پڑھ لے اور خود ہی فیصلہ کر کہ اب آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔

اقْرَأْ كِتَابَكَ طَغَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا (بنی اسرائیل)

جاہل بھی ہوگا تو پڑھ لے گا، آنکھیں بڑی تیز ہو جائیں گی اور بے ہمتی کے سب حجاب کا فور ہو جائیں گے۔

لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا اَتَكْتَفِي عَنْكَ غَطَاؤُكَ قَبْصُوكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ

(ق۔ ع)

وہ سب کچھ دیکھ لے گا۔ دینا میں جو نیکی اور بدی کی آخرت میں جا کر سب کو موجود پا کرے گا۔ اور یہ کہ کیا آگے بھیجا اور کیا یہاں چھوڑا۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ (ال عمران ع)
یَوْمَ يَنْظُرُ الْمُرُوءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ (النبا ع)

اِذَا الْقُبُورُ بُرُئِ شَرَتْ ه عِلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ (الانفطار)

دیکھ کر ہاتھ ملے گا اور کہے گا کہ: کاش! دنیا میں آج کے لیے کچھ کیا ہوتا۔

يَلِيْسْتُمْ تَدَّمَتْ لِحَيَاتِي (الفجر ع)

خا صکر حجب دیکھے گا کہ دوزخ وہ آگنی تو تر پڑے گا مگر اب کیا فائدہ؟

وَجَاءَتْهُ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ه يَوْمَئِذٍ يَسْتَكْرِأُ الْاِنْسَانُ دَاثِي لَهٗ الذِّكْرَى

(الفجر ع)

بلکہ تمنا کرے گا کہ: کاش! نامہ اعمال ہی غائب ہو جاتا۔

تَوَدُّ لَوَآثَ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ اَمَدًا لَّيَعِيْدَا (ال عمران ع)

کیونکہ جو عمل کیا تھا اس کا اب بدلہ ضرور ملے گا، اچھے کا اچھا، بُرے کا بُرا۔

اَلْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ (مومن ع)

رجب اعمال خود بولے گا اور سچ سچ بولے گا اس لیے پھپ نہیں سکے گا۔ ذرہ بھر

زیادتی نہیں ہوگی۔

وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَمْطُقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُطْلِقُونَ (چپا۔ مومن ع)

صرف نامہ اعمال نہیں، خود اس کا رونگٹا رونگٹا بولے گا: زبان بند کر دی جلتے گی

ہاتھ اور پاؤں بولیں گے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيهِمْ وَنَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ

(یس ع)

اگر ضرورت پڑی تو زبان بھی گویا ہو کر گواہی دے ڈالے گی۔

يَوْمَ نَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيُهُمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الزمر ع ۳)

وَقَالُوا لِمَ نُسْهِدُهُمْ لَمْ شَهِدْنَا ثُمَّ عَلَيْنَا؟ قَالُوا اَنْطَقْنَا اِنَّهُ السَّيِّئُ اَنْطَقَ كُلُّ شَيْءٍ

(پ۔ حم السجدة ع)

کھرے کھوٹے سب الگ ہو جائیں گے۔

دَا مَنَّا رَعَا إِلَهُمَّ آيَهَا الْمُجْرِمُونَ (یس-ع)

جس بد نصیب کو بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملے گا تو وہ اپنا سر پیٹ اٹھے گا۔

دَا مَنَّا مَنْ أَدْنَىٰ كِتَابِهِ بِشِرَائِلِهِ ۖ يَقُولُ يُابِتْنِي نَمَّ أَوْتِ كِتَابِيهِ ۖ وَلَمْ
أَدْرِ مَا حِسَابِيهِ ۖ يَلْبِسُهَا كَانَتْ الْقَاضِيَةُ ۖ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيهِ ۖ هَلَكْتُ عَنِّي
سُلْطَانِيهِ (پٹ-الحاقع)

(ترجمہ) اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ بول اٹھے گا: اے
کاش! مجھے میرا نامہ اعمال نہ ہی ملا ہوتا اور مجھے اپنے (اس) حساب کی خبر ہی نہ ہوتی ہوتی۔
اے کاش! میری ماں ہی مر گئی ہوتی (میں پیدا ہی نہ ہوتا) ہائے! میرا مال میرے کچھ بھی کام
نہ آیا (ہائے رہا) مجھ سے میری بادشاہت ٹٹ گئی۔

لیکن یہ دو ایلا ان کے کچھ کام نہیں آئے گا، حکم ہو گا کہ:

خَذُوا فَعْلُوكَ ۖ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوْهُ ۖ ثُمَّ فِي سَبِيلِهِ ذَرُّهَا سَبْعُونَ ذَرَّاعًا
فَاَسْتَكْذَرُوا (ایضاً)

اس دن اے بکار کو پکڑو، (پکڑو) پھر اس کے گلے میں (لعنت کا) طوق ڈالو پھر اسے
رے جا کر جہنم میں دھکیل دو، پھر زنجیر سے جس کی ناپ ستر گز ہے، (اس کے ساتھ) اس کو
نوب بکڑ دو۔

بعض روسیاء اور نعمت کے مارے ایسے بھی ہوں گے جن کو نامہ اعمال، پیٹھ کے پیچھے
سے پکڑا یا جائے گا اور ان کی جنفیں نکل جائیں گی۔

دَا مَنَّا مَنْ أَوْقَىٰ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۖ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُودًا ۖ وَيَصْلِي سَعِيرًا
(الانشقاق-ع)

اور جس کو اس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے (سے) دیا جائے گا تو وہ موت کو
پکارے گا اور (اسی طرح چیختا چلتا) دوزخ میں جا سکے گا۔ (رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ)

اس دن پورا پورا قول ہو گا۔ اس دن اعمال اور ان کے بدلوں کا تول ہو گا اور پورا
پورا ہو گا۔

وَالْوَدُّ كَيْفَ مَسِيرَةِ الْحَقِّ (اعراف ۷)

جن کی نیکیاں بھاری ہوں گی فلاح پائیں گے اور جن کی سیئات بھاری رہیں وہ مارا جائے گا۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ه وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلُمُونَ (پ - اعراف ۷)

جو وہاں اندھے وہاں بھی اندھے۔ جو لوگ حق کے پہچاننے سے یہاں اندھے رہے اور اپنی عارضی مسکنوں کی بنا پر کتاب و سنت سے آنکھیں بند کر کے رہے وہ قیامت میں بھی اندھے اٹھیں گے۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْمَى (طہ ۷)

وہ کہے گا: الہی! میں تو بنیا تھا، مجھے اب اندھا کر کے کیوں اٹھایا: فرمایا تم نے وہاں ہمیں بھلایا، آج تم تمہیں بھولے۔

قَالَ رَبِّ! إِنَّمَا حَسَرْتُ أَنْ أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ مَرُّنَا (البقرہ ۷)

بلکہ وہاں اندھا پن دنیا سے کہیں زیادہ گہرا ہوگا۔

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى فَاصْلُ سَبِيلًا (بنی اسرائیل ۷)

یہ گھڑی اگر رہے گی۔ فرمایا یہ خیالی باتیں نہیں: یہ گھڑی بس آنے کو ہے اور یقیناً آنے کو ہے۔

إِنَّ السَّاعَةَ كَأْتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا (حج - مومن ۷)

سَلَّمَ لَا تَبْجِزِي (کافی نہیں ہوگا، بدلہ نہیں ہوگا) یہاں پر قیامت کی ایک اور خصوصیت کا ذکر کیا گیا ہے کہ: پیٹ مرث اپنے کھانے سے بھرے گا، کسی کا کھایا پیا آپ کے پیٹ کے کام نہیں آئے گا۔ یہاں پر چار چیزوں کا ذکر ہے (۱) کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا (۲) سفارش بھی نہیں چلے گی (۳) رشتہ بہت بھی نہیں ہوگی (۴) نہ کوئی مدد کو آئے گا۔

۱۔ کوئی شخص کسی کا عوض نہیں ہو سکے گا۔ کوئی چاہے بھی نہ فرمایا، اس دن کسی کے لیے کسی کا کچھ بھی بس نہیں چلے گا۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ هُمْ مِمَّا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ
نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا (الانفطار ع)

کیونکہ اس دن صرف اللہ کا امر چلے گا۔

وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ (الانفطار ع)

زورہ بھر بھی کوئی نفع یا ضرر کا مالک نہیں ہوگا، نہ اپنے لیے نہ دوسرے کے لیے۔

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُم لِبَعْضٍ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا (حج - السباغ)

کفارہ کا وہ تصور جو عیسائیوں اور دوسرے بدعتیوں میں پیدا ہو گیا ہے ان آیات سے
ان کی بھی جڑ کٹ گئی۔

یہاں تک کہ باپ بیٹے کے اور بیٹا باپ کے بھی کام نہیں آئے گا۔

وَاحْشَوْا يَوْمًا لَا يَجِزِي فَرْسٌ عَنْ دَابَّةٍ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَارٌ عَنْ وَالِدِهِ

شَيْئًا (لقمان - ع)

اُٹسا ان سے بھاگیں گے۔ ماں باپ یا اولاد کا کام آنا تو بڑی بات ہے وہ اٹسا ان سے

بھاگیں گے کہ کہیں ان کے عوض ہمیں نہ دھر لیا جائے۔ کیونکہ اس دن سب کو اپنی پڑی ہوگی۔

يَوْمَ تَفِيقُ الْمَوْتُ أَخِيهِ هَ فَاِئْتِهِ وَابْنُهُ هَ وَصَاحِبَتُهُ هَ وَبَنِيهِ هَ يَكُلُّ

أُمُّوهُ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُعْزِيهِ دَسْرُهُ عِيسَى (حج)

(ایسی نفسی نفسی پڑے گی کہ) آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی

بیوی اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا، اس دن ان میں سے ہر شخص کو اپنی پڑی ہوگی۔

بلکہ اپنے پاؤں تکے لیں گے۔ کہتے ہیں کہ بندریا کے پاؤں جلنے لگے تو اس نے

اپنے پیچے اپنے پیچے لیے، یہی حال وہاں ہوگا، آرزو کرے گا کہ اس کی سہیلے ان کو

دوزخ میں ڈال جائے۔

يَوْمَ الْمُجْرِمُ كَذِبَتِي مِنْ عَذَابٍ يَوْمَئِذٍ ابْنَتُهُ هَ وَصَاحِبَتُهُ هَ وَأَخِيهِ

وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي دُونُ يَدِهِ رِبًّا - (المعارج)

مجرم تمنا کرے گا کہ اے کاش! اپنے بیٹوں اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور اپنے

کنبے کو جو اس کو پیادہ دیا کرتا تھا (اس دن کے عذاب کے بدلے میں دے دے)

بلکہ اتنی خود غرضی پر اتر آئے گا کہ بس چلے تو سارا جہان اپنے بدلے میں دوزخ

کو دے دے۔

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا لَّسَمَّ يَتَّبِعُهُ (المعارج ۷)

دوست بھی کام نہیں آئیں گے۔ حشر کی گھڑی ایسی ہو شر با گھڑی ہوگی کہ کوئی مجبوز اپنی یلی کو اور کوئی فریاد اپنی شیریں کے کام نہیں آ سکے گا۔

يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلَى عَنْ مَوْلَى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ (پہا۔ المدعات ۳)

بلکہ اس دن یہ دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور جس دوست کی دوستی دشمن ایمان ثابت ہوگی، وہ انھیں ایک آنکھ نہیں بھائیں گے: اِلا یہ کہ وہ ایک دوسرے کے ایمان کے محافظ اور پاسباں رہے ہوں۔

الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ (پہا۔ زخوف ۷)

۲۔ سفارش نہیں چلے گی۔ سفارش سے غرض ہوتی ہے کہ: حاکم کو یقین دلادیا جائے کہ یہ عادی مجرم نہیں ہے، بس بشری کمزوری سے اُن سے قصور ہو گیا ہے۔ آئندہ محتاط رہے گا ظاہر ہے کہ اب محتاط رہنے کا سوال ہی نہیں ہے کیونکہ اب اس کا وقت ہی نہیں رہا۔ دُور یہ ہے کہ کوئی رستہ گیر ہے، چاہتا ہے کہ اس نے جو کتے باندھ رکھے ہیں، ان کی خدات سیدہ کا حق ادا کرے۔ آپ جانتے ہیں کہ اب اس کا بھی وقت نہیں ہوگا، کیونکہ کسی کو کسی کا ہوش نہیں رہے گا، نہ اس کی کسی میں جرأت ہوگی۔ اس لیے اس سفارش کی گنجائش بھی نہ رہی۔ ہاں احکام الحاکمین جو دانا مٹے راز ہیں اگر کسی کے سلسلے میں کچھ گنجائش دیکھیں گے تو انبیاء اور صلحاء کو ان کی لسٹ ہیا کر دیں گے اب وہ مناسب تصور کریں گے تو شفاعت کریں گے ورنہ نہیں۔

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ رَبِّهِ ذُنُبُهُ (لقوة ۲۲)

کیونکہ وہ سفارشی خدا سے خود ڈرتے اور کانپ رہے ہوں گے۔

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَهَمَّ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ (پہا۔ انبیاء ۷)

اور وہ کسی کی سفارش تک نہیں کر سکتے اِلا یہ کہ خدا جن کے حق میں پسند فرمائے اور یہ (سفارشی فرشتے) اس کے جلال سے (ہر وقت) ڈرتے رہتے ہیں۔

شفاعت کا مشعر، مجرموں کی حوصلہ افزائی کے لیے نہیں ایجاد کیا گیا بلکہ اس سے غرض ان گنہگاروں کی ڈھارس بندھانا ہے جو گناہ کے کچھتا رہے ہیں اور چاہتے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے۔ تاکہ وہ مایوس نہ ہو جائیں اس لیے توبہ اور شفاعت دونوں کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے۔ یا ان اہل ایمان افراد کے لیے ہے جو گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں۔ اب اللہ میاں ان کے سلسلے میں صلحاء کو شفاعت کرنے کی اجازت دیں گے کہ اگر کہو تو اب ہم انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ گویا کہ وہ اب مائل بہ کرم ہے۔ اگر شفاعت کا وہ مفہوم مرا ہو جو عوام کی خوش فہمیوں نے اگلا ہے تو پھر شرعی تکلیفات ایک تکلف بن کر رہ جائیں گی۔

شفاعت صرف مومنوں کے لیے ہے۔ جو اہل توحید ہوں گے اور حق و صداقت جن کی زندگی کا شعار ہوگا، وہی شفاعت بھی کر سکیں گے۔

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ دَهُمُ يَعْلَمُونَ (فخرف ع)

اور اس کی بات بھی پسندیدہ ہو۔

إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَدَفَعَ لَهُ قَوْلًا (طہ ع)

وجہ اس کی یہ بتائی کہ دانائے راز میں ہوں، دوسرا صحیح معنی میں حقیقت حال سے واقف نہیں ہے۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا (طہ ع)

یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت میں ایک گروہ کو دیکھ کر سفاکش کریں گے تو آپ کو بتایا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیسی کیسی بدعتیں ایجاد کی تھیں۔

انك لا تدري ما احدثوا بعدك ما زالا يوجعون على اعقابهم (مسلم)
یہ لوگ شفاعت سے محروم ہوں گے۔ ان لوگوں کو شفاعت کی اجازت نہیں ہوگی۔ اور نہ اس کو وہ فائدہ دے گی۔

تارک نماز، محتاجوں کے سلسلے میں بے رحم، بکواسی، منکر آخرت۔

قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۚ وَلَمْ نَكُ نَطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۚ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْفَاحِشِينَ ۚ وَكُنَّا نَكْذِبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۚ حَتَّىٰ آتَانَا الْيَقِينَ ۚ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ (مذثر ع)

جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں، وہ بھی نبی اور صلحاء امت کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔
 قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ نَعَّمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْ قَلِّ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ
 وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمْ مِنْ شَرِكٍ وَلَا لَهُ مِنْهُمْ مَنْ يُلِيهِمْ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ
 إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ (پاک - السباغ)

مشرک اور بے انصاف لوگوں کی شفاعت بھی نہیں ہوگی۔

مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَيِّمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ (پاک - المؤمن ع)

جن کے نزدیک دین صرف وقت کٹنی کی بات ہے جو دنیا کے نشہ میں غرق ہیں وہ بھی

محروم رہیں گے۔

فَذَرْ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَعَرَاهُمْ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ... كَيْسَ
 لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ بَلَاغٌ وَلَا شَفِيعٌ (انعام - ع)

۳ معاوضہ۔ وہاں کوئی معاوضہ قبول نہ ہوگا، یہ بات بفرس محال کہی گئی ہے کیونکہ اس دن
 کسی کے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا۔ وہاں تو ایسے بے دارغ دل کی دولت ورکار ہوگی جو غیر اللہ
 کی غلامی کی آلائشوں سے پاک رہا ہو۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ هَ الْأَمَّنَ آتَى اللَّهُ لِقَلْبِ سَلِيمٍ (پاک - الشعراء ع)
 فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ (پاک - الحديد ع)

وہ معاوضہ زمین بھر کر سونا ہی کیوں نہ ہو۔

فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلٌّ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَا فِئْتَدَى بِهِ (پاک - آل عمران ع)
 زمین و ما فیہا کی بات نہیں، ایسی وگنی کائنات پیش کی جائے تب بھی قبول
 نہیں ہوگی۔

لَوَاتَ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَيَفْقَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ
 مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ (پاک - مائدہ ع)

اور بھی جو کچھ اس کے بس میں ہو، وہ سب دے ڈالے تو بھی قبول نہیں ہوگا۔

وَأَنْ تَعْدِلَ كُلُّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا رِبًا (الانعام ع)

۴ مدد نہیں کی جائے گی۔ مدد کہیں سے کا ہے کو پہنچے گی، سب کو تو اپنی پڑی ہوگی۔ ویسے
 بھی وہاں ایک رسد گیر کی حیثیت سے ایک مجرم کی مدد کرنا ممکن نہیں رہے گا۔

رُيُومَ الْقِيَمَةِ لَا يُنْصَرُونَ (پ۔ قصص ع)
وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ أُولِيَاءٍ يُنْصِرُونَهُمْ مِنْ حُكْمِ اللَّهِ رُحًا - شوریٰ ع

احادیث پاک اور یوم القیمة

قیامت۔ قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوگی جب تک ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا موجود رہے گا قیامت نہیں آئے گی۔

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَىٰ شَرِّ الْخَلْقِ (مسلم)

لا تقوم الساعة حتى لا يقال في الأرض الله الله (مسلم)

ثم يرسل الله ريحا باردة من قبل الشام فلا يبقى على وجه الأرض ادنى قلبه مثقال ذرة

من خيرا وایمان الا قبضته فیبقى شرار الناس۔ (مسلم)

قبیلہ دوس کے لوگ مرتد ہو جائیں گے۔ اس وقت قبیلہ دوس کے لوگ مرتد ہو جائیں اور بت کی پوجا میں لگ جائیں گے اور ان کی عورتیں ٹٹک ٹٹک کر طواف کریں گی۔

لا تقوم الساعة حتى تضطرب ألیات نساء دوس حول ذی الخلیصہ (بخاری و مسلم)

اہل ایمان کو اٹھائے گا۔ جب دنیا کی فضا پاک نہیں رہے گی تو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اٹھائے گا پھر قیامت قائم ہوگی۔

فتونی کل من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من ایمان فیبقى من لاخیر فیہ

فیرجعون الی دین اباائهم (بخاری۔ مسلم)

صُور پھونکنے کے لیے۔ صُور پھونکنے کے لیے اللہ کا فرشتہ کان لگائے اور سر جھکائے کھڑے ہو کر حکم ہو۔

واصفی سمعه وحنی جہتہ یتنظر متى یومر بالنفخ (ترمذی)

صور ایک سینک جیسی کوئی شے ہے جس میں پھونکا جائے گا۔

الصوتون یتنفخ فیہ (البداء وقال الترمذی حن)

اسے سمجھانے کے لیے ایک پیرائے بیان تصور کر لیجیے! بہر حال یہ ایک ایسی شے ہے جسے جب

اسے بگل کی طرح اس میں پھونکا جائے گا تو پہلے ایک لوگ مر جائیں گے، دوسری بار سب اٹھ کھڑے ہوں گے، اصلی قیامت اسی کا نام ہے۔

صور پھرتے سے پہلے۔ صور پھرتے سے پہلے مغرب کی طرف سے ایک کالی گھٹا اٹھے گی جو دیکھتے دیکھتے آسمان کی طرف پھیل کر چھا جائے گی۔ پھر نادہی ہوگی کہ: لوگو! امر ربی آگیا اب جلدی مت کرو۔

تطلع علیکم قبل المساعة سحابة سوداء من قبل المغرب مثل المتربس فلا تزال توتفع فی السماء وتتشرحتى تملأ السماء ثم ینادی مناد یا ایها الناس اتی احوال الله فلا تستعجلوا رطبانی باسناد حید

بس پھر قیامت قائم ہو جائے گی اور جو جس حالت میں ہوگا، اسی حالت میں رہ جائے گا۔ الرجال ینثران الثوب ولا یطویانه وان الرجل لیجد روحه فلا یسقی منه شیئاً ابداً والرجل ناقص فلا یشرب ابداً (طبرانی باسناد حید)

دروں صور (نفخوں) میں چالیس کا فرق ہوگا، چالیس کیا، دن، ماہ، سال، کچھ پتہ نہیں۔ ما بین النفختین اربعون (بخاری و مسلم)

اس دوران میں اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے کر اور آسمان کو لپیٹ کر فرمائے گا: باؤشا میں ہوں دنیا کے باؤشا کہاں ہیں؟

لیقبض الله الارض یوم القیمة ویطوی السماء بیمنه ثم یقول انا الملک ابن ملک الارض (بخاری و مسلم)

ساری خلقت ایک ہی میدان میں جمع ہو جائے گی، جہاں کسی کا کوئی نشان نہیں ہوگا: یبشرا الناس علی ارض بیضاء عراء کقمة النقی لیس فیها علم لاحد (بخاری و مسلم) کسی کے تن پر کپڑا نہیں ہوگا۔ سب ننگے ننگے ہوں گے مگر اس کا ہوش کسی کو نہیں ہوگا بے حق اور پیدل ہوں گے۔

یا ایها الناس انکم معشورون الی الله حفاة عواء غدلاً وفي رواية مشاة (بخاری)

سورج بالکل قریب آجائے گا جس کی وجہ سے غضب کا پسینہ پھوٹے گا کہ اس میں کشتیاں تیر سکیں گی۔

قد لود الشمس من الارض فیعرق الناس (احمد)
حتى ان السفن لو جری فیہ لجرت (احمد)

بعض روایات میں ہے کہ یہ پسینہ اس دن کی سختی دیکھ کر چھوٹے گا۔

مہ ذلایا ابا عبد الرحمن قال مما یرى الناس یلقون (طوبانی موقوف باستاذہ)

سب لوگ جمع ہو جائیں گے تو اللہ فریبوں کو بلاٹے گا، پوچھے گا کہ کیا عمل ہے؟ حضور! مصیبت میں مبتلا ہوئے اور محبت نہ ہاری اور غیروں کو مال و دولت اور اقتدار عطا کیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ: بجایا ہے: پھر غریبوں کو بہشت میں بھیج دے گا اب حساب کتاب کے بھنچوٹ کے لیے امراء اور حکمران رہ جائیں گے۔

تجتمعون یوم القیمة فیقال این فقراء هذه الامة وصاکیہا فیتقومون فیقال لهم ما ذا عملتم فیقولون ربنا انشیلینا فصرنا دولیمت الاموال والسلطان غیونا فیقول الله عز وجل وعلاصدا تم قال فیدخلون الجنة قبل الناس وتبقى شدة الحساب علی ذوی الاموال والسلطان (ابن حبان)

پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

ان الفقراء یدخلون الجنة قبل الاغنیاء بخمیس مائة عام ()

تین قسم کا حشر ہوگا، کچھ لوگ تو پیدل ہوں گے، کچھ سوار اور کچھ اونٹنوں پر چلیں گے۔ یحشر الناس ثلثة اصناف صنفا مشاة وصنفا دکبانا وصنفا علی بنحو هم (ترمذی) قدم ہٹنے سے پہلے سوال ہوگا کہ: تم کہاں گوانا، جتنا جانا اس پر کتنا عمل کیا، کیسے کیا اور کہاں خرچ کیا۔ اور جسم کہاں کھپایا۔

لا تنزل قدما ابن آدم حتی یثال أربع: عن عمله فیما افلا وعن علمه ما ذا عمل به وعن ماله این الکسبه فیما الفقراء عن جسمه فیما ابلا (ترمذی) فقال جن صحیح اس دن وہ بھی حسرت سے آہیں بھرے گا۔ جس نے نیکی کی ہوگی کہے گا کہ کاش! اور نیکی کی ہوئی اور جس نے بدی کی کہے گا کہ کاش! بدی نہ کی ہوتی۔

وروانہ رُدت الی الدنیا کیما یزداد من الاجور والاثواب (احمد واثبات ثقات)

قیامت میں تین دفتر کھلیں گے: ایک میں عمل صالح کا ریکارڈ ہوگا، دوسرے میں گناہوں کا، تیسرے میں اللہ کی نعمتوں کا۔

ثلثة دواوین، دیوان فیہ العمل الصالح و دیوان فیہ ذنوبہ و دیوان فیہ

النعم من الله علیه (بخاری)

جس نے غلام کو ایک چھڑی بھی ماری ہوگی اس دن اس کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔

من ضرب مملوكه سوطا ظلما اقتص منه يوم القيامة (بخاری)

جب تک تین مرحلے طے نہیں ہوں گے کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا: ایک میزان کا ملکہ خدا جانے نیکی کا بدلہ بھاری رہتا ہے یا بدی کا، دوسرا نامہ اعمال کی وصولی کا مرحلہ کہ خدا جانے دائیں ہاتھ میں ملتا ہے یا بائیں میں، تیسرا مرحلہ پل صراط کا کہ پار ہوتے ہیں یا نہیں؛

فهل تذكرون اهليكم يوم القيامة تعالى: اما في ثلثة مواطن فلا يذکر احد احد عند الميزان حتى يعلم ايكف ميزانه ام يثقل وعند نظائر المصحف حتى يعلم اين يقع كتابه في يمينه ام وراء ظهره وعند الصراط اذا وضع بين ظهري جهنم حتى يجوز (البدایہ والنہایہ) ثم یلق عاشره۔

اور اگر نیکی کی میزان بھاری رہی تو فرشتہ علی رؤس الاشهاد اعلان کرے گا جسے ساری مخلقت سن لے گی کہ یہ نیک نجات رہا۔ اب اس پر بدبختی کبھی طاری نہیں ہوگی۔ اگر بدکار رہا تو پھر اعلان ہوگا کہ یہ بد نصیب رہا، اب نیک نجاتی کا دور نہیں آئے گا۔

فدقی بابت ادم فوقف بین کفتی المیزان فان ثقل ميزانه نادى ملا بصوت یسمع الخلائق سعد فلان سعادة لا یشتق بعد ها ابدان خف ميزانه (بخاری)

بے حجابانہ رب سے بندے کی گفتگو ہوگی (مگر) جدھر دیکھے گا اسے اپنے ہی عمل نظر آئیں گے وہیں بھی بائیں بھی۔ سامنے دوزخ بھی کھڑی ہوگی اس لیے راہ حق میں کچھ دے کر اس بچنے کی کوشش کرو۔

ما منکم من احد الا سیکلم ربہ لیس بینہ و بینہ ترجمان ولا حجاب عجبه

فی نظر آیت منہ فلا یری الا ما قدم من عمله ویظوا شام منہ فلا یری الا ما قدم

وینظو بین یدیہ فلا یسوی الا النار فلقاء وجهه فاقوال النار ولو لیس فی قمره (بخاری و مسلم)

قیامت میں یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی مسلم کے عوض دوزخ میں دے کر مسلم کو نجات دلائی جائے گی۔ یہ غالباً اس صورت میں ہوگا جب کوئی مسلم ان کا مظلوم ہوگا۔

دفع الله الى كل مسلم يهوديا او نصرانيا فيقول هذا افكاك من الله (مسلم)

نمازی کے چہرے کے سجدے کے آثار قائم رہیں گے۔

وحرّم الله على النار ان تأكل اشرا المسجود بغاری ومسلم)

ہو مسلمان دوزخ سے بچ بھی گئے انہیں پل صراط پر پھر بھی روک کر چیک کیا جائے گا۔
دنیا لینا بیباق ہوگا۔ تو پھر بہشت میں داخل ہوں گے۔

يخلص المؤمنون من النار فيحسبون على قنطرة بين الجنة والنار فيقتص
بعضهم من بعض مظالم كانت بينهم في الدنيا حتى اذا هذبوا وقُتِلَوا اذن لهم في
دخول الجنة (بخاری)

قیامت میں حساب ہوگا، کچھ تو محض اللہ کے فضل سے بہشت میں داخل ہوں گے۔
اور کچھ میری شفاعت سے۔

فيحسبون فتمنهم من يبدخل الجنة برحمته ومنهم من يبدخل الجنة
بشفاعتي (طبرانی)

گہگہا رہی لیکن میری شفاعت ان کے لیے ہوگی جن کے دل میں توحید اور رسالت
پر یقین ہوگا۔ ان کے دل اور زبان دونوں ہم آہنگ ہوں گے۔

وشفاعتي لمن شهد ان لا اله الا الله مخلصا وان محمدا رسول الله يصدق
لسانه قلبه وقلبه لسانه (احمد) ان شفاعتي لكل مسلم (طبرانی) هي لمن مات
لا يشرك بالله شيئا (ابن حبان)

لٹھے گا ویسے جیسے زندگی گزارتا تھا، نیک یا بد

يبعث كل عبد على امامات عليه (مسلم)

اس لیے سوچ لیں کہ کل آپ کا حشر کس حال میں ہوگا۔

الغرض، قیامت کے اعتقاد اور یقین سے انسان کو سنبل کر جینے کی توفیق ملتی
ہے اور خدا کے حضور پیش ہونے کے لیے ذہن ابھی سے تیار ہو جاتے ہیں، گویا کہ یہ یقین
خدا سے ابھی سے ایک گونہ مناسبت پیدا کرنے کی تحریک کا کم کرنا شروع کر دیتا ہے۔
اس کے علاوہ: ذہن اس آوارہ سوچ سے محفوظ ہو جاتا ہے کہ دنیا کا یہ چکر یونہی
چل رہا ہے، اس کی ابتداء ہے نہ انتہا، بس چلتا آیا ہے اور یونہی چلتا رہے گا۔

تصور آخرت سے اللہ کی عظیم قدرتوں کا احساس بھی کر دے، لینے لگتا ہے کیونکہ مکر
پھر جی اٹھنا، کفار اور دانشوروں کے لیے یہی بات ہی تو قابل فہم نہیں تھی، جب آپ

وَإِذْ نَجَّيْنَاهُ مِنَ الْفِرْعَوْنَ يَسُومُونَكَ سُوءَ الْعَذَابِ

اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے نجات دی جو تم کو بری بری تکلیفیں

يَذَرُحُونَ آبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذِكْرِكُمْ بَلَاءٌ

پہنچاتے تھے کہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری عورتوں (یعنی بیویوں) کو زندہ رہنے دیتے تھے

مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝ وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمْ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ

اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے (تمہارے صبر کی) بڑی آزمائش تھی۔ اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے

وَأَغْرَقْنَا الْفِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝

تمہارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا تھا، پھر ہم نے تم کو نجات دی اور فرعون کے لوگوں کو تمہارے دیکھتے (دیکھتے) ڈبو دیا

اس کا یقین کر لیتے ہیں تو بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ حق تعالیٰ کے کام الاحسان نہیں ہیں، یعنی اور یونہی بے فائدہ نہیں ہیں، حکمت پر مبنی ہیں اور سراپا حکمت ہیں اور جو جو بات بھی انشاء اللہ کے لیے محال ہے وہی امور ہی خدا کی قدرتوں کا مظہر ہیں۔

لَمَّا إِذْ نَجَّيْنَاهُ ۝ (جب ہم نے آپ کو نجات دی) غلامی غلامی میں بڑا فرق ہوتا ہے

ایک غلامی وہ ہوتی ہے جس میں غلام قوم کی حیثیت ایک دسترخوان کی رہ جاتی ہے کہ برسرِ اقتدار

قوم ان کو اپنی ضیافت طبع کے لیے محفوظ رکھتی ہے، جیسے کوئی مرغی یا ایک فاحشہ کو بطور

دائستہ رکھتا ہے۔ یہی حال بنی اسرائیل کا فرعون کی غلامی میں تھا، کل جو فرعون کو آنکھیں

دکھا کے اسے تو مار دیا جاتا یعنی ان کے لڑکوں کو، لیکن ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا

جاتا تاکہ اربابِ اقتدار کے ہتھوں کی زینت بنیں یا ان کے برتن دھوئیں اور جھاڑو پھیریں

بہر حال یہ بہت بڑا ابتلا تھا جس نے بنی اسرائیل کے سارے کس بل نکال ڈالے تھے۔

ہا ہم اللہ نے ان پر ترس کیا، گھر میں موسیٰ (علیہ السلام) پیدا کر دیا جس نے فرعون کی آغوش

میں پرورش پاکر فرعون کے زعفران شکنجے سے قوم کو نکالا بلکہ خود فرعون کو بھی قصہ پارینہ بنا دیا۔

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ عورت کی تعداد میں کیوں نہ ہو

بہر حال وہ بے بس رہتی ہے۔ ان سے کسی قابل ذکر انقلاب اور مزاحمت کی توقع نہیں ہوتی، بلکہ اپنے مردوں کے لیے زنجیر بے آواز بن جاتی ہیں اس لیے کوئی قابل ذکر قومی اڈا ملی شعبے ان کے حوالے کر نامناسب نہیں ہوتا، کیونکہ ان میں "الغالی" کیفیت کا غلبہ رہتا ہے۔ دوسروں کو فنا کر کے کی صلاحیت کم ہوتی ہے۔ اس لیے شکار تو ہو جاتی ہیں شکار کرتی نہیں ہیں۔ اور جتنا شکار کرتی ہیں، وہ الیام دار ہوتا ہے جس سے قومی مستقبل اور تار یک ہو جاتا ہے۔ روشن نہیں ہو سکتا۔

۱۰ وَانْتُمْ نَنْظُرُونَ۔ (اور تمہارے دیکھتے دیکھتے) جب مصر سے بھاگے تو اندھا تھا، راہ بھول گئے، اتنے میں فرعون کو بھی پتہ چل گیا۔ اس نے ان کا تعاقب کر ڈالا اب ان کے آگے دریا تھا، پیچھے لشکر فراعنہ۔ نہ پائے ماندن نہ جائے رختن والی بات بن گئی تھی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اسرائیلیوں کی یہ بھول بھی الہامی بھول تھی۔ دریا پر پہنچے تو اس نے ان کے لیے راستہ چھوڑ دیا، پیچھے لگا ڈالی تو فرعون جیسے دشمن کو غرق ہوتے دیکھ لیا۔ خدا کی طرف سے یہ وہ الہامی مناظر تھے، اگر وہ خوشے غلامی میں نہ ہوتے تو پھر کبھی بھی راہ حق سے نہ بھٹکتے۔

داعی حق، اگر راہ حق پر گامزن رہے اور اسوۂ پیغمبر کو ملحوظ رکھے تو یقیناً راستے سے پہاڑ بٹ جاتے ہیں، دریا سمٹ کر راستے دے دیتے ہیں۔ بے سرو سامانی کے باوجود، بھاری دشمن پر فتیاب ہوتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے دشمن کا عبرت آموز حشر بھی مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ بہر حال قرآن نے ان کو اپنا وہ ماضی یا دلدایا جس کو اگر وہ ماننے رکھ لیتے تو دوزخ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیتے مگر انفس اب تک ان کو اس کا ہوش نہیں آیا اور حق و باطل کی اس موسوی آدیزش کے نتائج سے آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے ہیں، جو آج بھی جاری ہے۔ اگر وہ غور کرتے تو اپنا وزن "موسوی رزمگا ہوں" کے حوالے کر دیتے، لیکن اس کے بجائے انھوں نے دوزخ و رفت کی فراعنہ طاقتوں کے پاؤں تھام لیے ہیں، شاید فراعنہ کا حشر اب پھر وہ بھول گئے ہیں۔

نمائندہ محدث فیصل آباد۔ محدث کے سلسلہ میں تعلیمی رابطہ اور اس کی خصوصی اور عمومی شامتوں کے بروقت حصول کے لیے پتہ۔ مولانا محمد خالد سیف، الاخوان، چینبوٹ بازار فیصل آباد

شیخ عبدالعزیز بن باز
ترجمہ از مولوی سیف الرحمن شاہی والی

قادر الافکار

زکوٰۃ کے مسائل و احکام

مضمون ہذا سماعتہ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ کے ایک گران قدر مقالہ عجوتہ ہامۃ حول الزکوٰۃ کا ترجمہ ہے۔ یہ ریاض سے شائع ہونے والے ایک ہفت روزہ مجلہ الدعوة سے ماخوذ ہے۔

یہ مقالہ اگرچہ مختصر ہے اور مقلدوں کی طرح اس کی تمام جزئیات سے اتفاق کرنے میں ہمیں کچھ تردد ہے تاہم اپنے مومنوں پر نہایت گراں قدر مقالہ ہے۔ اس میں دورِ بدید کے تقاضوں کے مطابق بعض فقہی مسائل کو نہایت احسن اسلوب سے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً روپے اور نقدی کے متعلق علماء سے یہی سنتے آئے ہیں کہ ساڑھے باون روپے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ مگر یہ بات بعید از قیاس ہے کہ ایک تولہ چاندی کی قیمت میں تقریباً ۶ گنا اضافہ ہو جائے اور روپے کا نصاب حسب سابق ساڑھے باون روپے ہوا ہو۔ یہ تو اس وقت کی بات ہے جب کہ ساڑھے باون روپے میں بھینس خریدی جاسکتی تھی۔ اب تو بھینس کے چمڑے کا ایک متوسط جوتا بھی دستیاب نہیں ہے۔

چنانچہ انھوں نے اس مسئلہ کو یوں حل کیا ہے کہ موجودہ وقت میں ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر نقدی ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ آج کل چاندی کا بھاؤ تقریباً ۱۶ روپے فی تولہ ہے۔ اس حساب سے مبلغ ۸۴ روپے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

بعض لوگ زکوٰۃ سے بچنے کے لیے کچھ حیلے نراشتے ہیں اور اپنے جمع کردہ سرمایہ سے مختلف اشیاء خریدتے ہیں۔ پھر کچھ منافع پر غرور و خفت کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے انھوں نے قاعدہ کلیہ یہ بیان کیا ہے کہ جو مالی تجارتی نقطہ نگاہ سے خرید جائے خواہ یہ حوالہ ہو، انداز ہو یا مکان وغیرہ ہر قسم کی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اور

مال میں جو نافع ہوگا وہ اس المال کے تابع ہوگا اور اسی پر سال کا گزرنہ شرط نہیں۔
 اسی طرح جو مال کسی کو قرض دیا جائے تو ایسا مال بھی زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں ہوگا۔
 بلکہ صاحب مال کو سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔ علاوہ ازیں اور کئی مسائل
 کو مختصراً ایک قابل تحسین انداز سے بیان کیا ہے۔

سیف الرحمن

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبى بعده وعلى آله وصحبه
 أما بعد، اس مضمون کا مقصد خیر خواہی اور نصیحت ہے کیونکہ فریضہ زکوٰۃ میں اکثر مسلمان
 سستی اور غفلت کا شکار ہو چکے ہیں اور مشروع طریقہ کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے میں پس پیش
 کرتے ہیں حالانکہ اس کی اہمیت کو سب تسلیم کرتے ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اسلام کے
 ارکان خمسہ میں سے ہے اور اس کے بغیر اسلام کی بنیاد قائم نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

لَبَّيْكَ يَا سَلَامٌ عَلَى خَيْرِ شَهَادَةٍ أَتَى لَدَيْهِ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِنَّمَا
 الصَّلَاةُ وَإِنَّمَا الزَّكَاةُ وَالْحَجُّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۰۷ عن ابن عمر)
 اسلام میں جن پانچ امور کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے (۱) اللہ
 کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار (۲) نماز کی اقامت (۳) زکوٰۃ
 کی ادائیگی (۴) رمضان المبارک کے روزے (۵) بیت اللہ شریف کا حج۔

فوائد زکوٰۃ۔ فریضہ زکوٰۃ مسلمانوں پر (اللہ کا) ایک بہت بڑا احسان ہے اور آغوش اسلام
 میں آنے والوں کا نگہبان اور محافظ ہے۔ یہ بے شمار فوائد کا حامل ہے۔ اس سے نادار
 مسلمانوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ دولت مندوں اور محتاجوں کے درمیان محبت اور
 اخوت کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ جو اس سے احسان کرتا ہے
 اس کی محبت اور محبت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ کا ایک بنیادی اور اصل مقصد یہ
 بھی ہے کہ اس سے طہارت نفس اور تزکیہ مال ہوتا ہے۔ بخی اور کنجوسی پر وہ عدم میں مستور
 ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ کتاب مقدس قرآن کریم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے حُذِّثْ
 أَمْوَالُهُمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا۔ آپ ان کے مال سے زکوٰۃ لیجیے اس کا
 فائدہ یہ ہوگا کہ نفس کی (گناہوں کی) آلودگی اور نجاست سے پاکیزگی ہوگی اور مال کا تزکیہ

بھی ہوگا (توبہ)

اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مسلمان جو دوسرا کی صفت سے آراستہ ہو جاتا ہے
حاجتمندوں، ناداروں سے شفقناز اور سحر دانہ سلوک برتا ہے۔ مزید برآں زکوٰۃ دینے
سے مال میں برکت ہوتی ہے اور اس میں اضافہ اور ترقی کا باعث بنتی ہے۔ نیز مالی خرچ
کرنے کے بعد اس کا بہترین معاملہ بھی مل جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

وَمَا آتَيْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (سبا)

”یعنی جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اس کا عوض بھی حاصل ہوتا ہے (کیونکہ سب سے اچھا
رزق دینے والا وہی ہے۔“

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

يَا ابْنَ آدَمَ اتَّقِ اتَّقِ عَلَيْكَ

”اے ابن آدم تم (میرے راستہ میں) خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا۔“

علامہ ازہر اس میں اور بے شمار فوائد مضمر ہیں۔

منکرین زکوٰۃ کو وعید۔ دوسری طرف ایسے لوگوں کے حق میں سخت وعید آئی ہے جو
زکوٰۃ کی ادائیگی میں بخل سے کام لیتے ہیں یا سستی اور غفلت کا شکار ہوتے ہیں جیسا کہ
ارشاد ربانی ہے۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُوهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَبْشُرُهُمْ بِعَذَابٍ
أَلِيمٍ. يَوْمَ يُصْعَقُونَ فِي نَارٍ حَبِطَتْ فِيهَا جَبَاهُهُمْ وَجُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا
كَنتُمْ لَا تُفْسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ (التوبة)

”جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے تو ایسے
لوگوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دو۔ قیامت کے روز ان کا مال لوہے کی سلاخوں
میں تبدیل کیا جائے گا اور ان سلاخوں کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ پھر ان سلاخوں
سے ان کے پہلو، پیشانیوں اور پٹھلیوں داغی جائیں گی (فرشتے انھیں ڈانٹ پلاتے ہوئے
کہیں گے) یہ تمہارا جمع کردہ سرمایہ ہے۔ اب اس کا عذاب چکھو۔“

سورۃ الفاتحہ میں نہیں ملے۔ البتہ ترغیب جلد ۲ ص ۵۰ پر یہ الفاظ ہیں۔ اتَّقِ يَنْفِقِ اللَّهُ عَلَيْكَ (منوجم)

یاد رہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے اس پر کنز کا اطلاق ہوتا ہے اور ایسے صاحب کنز کو عذاب دیا جائے گا۔ چنانچہ صحیح حدیث میں حضرت البرہرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَا مِنْ صَاحِبٍ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَفَعَتْ لَهُ صَفَائِحُ نَارٍ فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيَكْوَى بِهَا جَنْبَهُ وَجِوْفَهُ وَظَهْرَهُ كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَكْرَى سَبِيلَهُ أَمَا إِلَى الْبَحْثَةِ وَأَمَا إِلَى النَّارِ تَرْغِيبٌ

جلد اول صفحہ ۵۳۶

”یعنی جس شخص کے پاس سیم وزر ہوگا اور اس کا حق ادا نہیں کرے گا تو اس کے لیے اس کا مالی لوہے کی سلاخیں بنا کر جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ پھر اس کا پہلو پیشانی اور پیٹھ داغے جائیں گے۔ جب یہ سلاخیں سرد پڑ جائیں گی تو پھر دوبارہ گرم کر کے اسے عذاب دیا جائے گا اور ایک دن سالم یہ کارروائی جاری رہے گی۔ یہ دن کوئی معمولی دن ہوگا بلکہ پچاس ہزار سال کا ایک دن ہوگا جب تک بندوں کا حساب کتاب کا معاملہ ختم نہیں ہوگا اس وقت تک یہ نہی عذاب میں مبتلا رہے گا۔ پھر اس کے بعد اگر وہ جنت کا مستحق ہے تو جنت کی راہ لے گا اور اگر جہنم کا مستحق ہے تو اس کا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا۔“

پھر سید الکونین نے ارشاد فرمایا،

مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَا لَا فَلََمْ يُؤَدِّ زَكَوَاتَهُ قُتِلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْسَعَ لَهُ رَبِيبَتَانِ يَطْوِيَانِ لَوْنَهُ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِالْمَرْفَعَتَيْنِ يَعْنِي شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كُنْزُكَ (رواہ البغادی - مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۱۵۵)

”جسے اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت سے نوازا لیکن اس نے زکوٰۃ ادا کرنے میں پس و پیش کیا تو اس کا مال قیامت کے روز ایک گننے سانپ کی شکل میں نمودار ہوگا اس کے سر پر دو نشان ہوں گے۔ وہ اس کے گلے میں لپٹ جائے گا۔ پھر اس کے جیڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا۔ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔“

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنَا لَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ
سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ال عمران)

”جو لوگ اللہ کے دیے ہوئے مال میں بخل سے کام لیتے ہیں وہ اسے اپنے لیے بہتر
مست خیال کریں وہ تو ان کے حق میں سراسر مضر اور نقصان دہ ہے کیونکہ جس مال پر وہ بخل
کرتے ہیں وہ قیامت کے روز ان کے گلے میں طوق ہو گا۔“

زکوٰۃ کون چھبڑوں پر واجب ہے۔ زکوٰۃ چار قسم کے مال پر واجب ہے جو مذکور
ذیل ہیں۔

- ۱۔ زمین کی پیداوار خواہ غلہ ہو یا پھل۔ ۲۔ باہر چرنے والے چوپائے۔ ۳۔
سونا اور چاندی۔ ۴۔ سامان تجارت۔

ان چاروں میں سے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ نصاب مقرر ہے۔ اگر مال نصاب
سے کم ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ اناج اور پھلوں کا نصاب پانچ دستق ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے صاع کے حساب سے ایک دستق ساٹھ صاع کا
ہوتا ہے، کھجور، مٹق، گندم، چاول اور جو وغیرہ میں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ کے تین سو صاع میں زکوٰۃ واجب ہوتی تھی۔

ایک صاع کی مقدار ایک متوسط آدمی کے چار ہاتھ جب کہ دونوں ہاتھ بھر کر اناج کا
حساب لگایا جائے (ہمارے ملک پاکستان کے حساب سے پانچ دستق تقریباً ۲۰ من ہوتا
ہے) رہا معاملہ اونٹ گائے اور بکری کے نصاب کا تو اس کی تفصیل کے لیے حدیث کی طرف
رجوع کیجیے۔ مال زکوٰۃ کے مصارف اہل علم سے دریافت کر لیجیے۔ یہاں پر اختصار پیش نظر
ہے ورنہ ضرور بیان کرتا۔

سیم و زر کا نصاب۔ رہا سونے چاندی کے نصاب کا معاملہ تو اس کی تفصیل یوں ہے
چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے۔ سعودی عرب کے سکے کے لحاظ سے ۵۶ ریال پر زکوٰۃ
واجب ہوگی (لیکن پاکستانی سکے کے حساب سے ساڑھے باون تو لے چاندی کی مروجہ قیمت
پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اگر اس سے کم ہو تو زکوٰۃ معاف ہے)

سونے کا نصاب ۲۰ مثقال ہے۔ اس کی مقدار سعودی گنی کے لحاظ سے ۳۱۱ گرام
ہے۔ اس میں چالیسواں حصہ مقرر ہے لیکن یہ اس آدمی پر ہے جو ان دونوں میں سے ایک یا

دونوں مل کر نصاب کی حد تک پہنچ جائیں اور ساتھ ہی یہ بھی شرط ہے کہ مال مذکور ایک سال تک اس کے پاس پڑا رہے۔ پھر اسی مال سے جو منافع ہوگا وہ اصل کے تابع ہوگا۔ اس کے لیے سال گزرنے کی شرط نہیں۔ جس طرح باہر چلنے والے موشیوں کے بچے زکوٰۃ کے معاملہ میں اصل کے ساتھ ملحق ہوں گے۔ ان کے لیے علیحدہ سال گزرنے کی شرط نہیں جبکہ اصل مال زکوٰۃ کی حد تک پہنچ چکا ہو۔

سونہ چاندی اور نوٹ جن سے لوگ لین دین کرتے ہیں ان سب کا ایک ہی حکم ہے خواہ اسے دینار کہیں یا درہم سے موسوم کریں یا ڈالر وغیرہ کے لفظ سے تعبیر کریں۔ ہاں البتہ ان کی قیمت سونا چاندی کے نصاب تک پہنچنا ضروری ہے اور ایک سال گزرنے کی بھی شرط ہے۔

سونہ چاندی کے زیورات کا حکم۔ عورتوں کے زیورات جو سونا چاندی کے بنے ہوں ان کا حکم نقدی کا ہے بشرطیکہ نصاب کی حد تک پہنچ جائیں اور ان پر ایک سال کا بیل گزر جائے تو ایسی صورت میں ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی خواہ اپنے ذاتی استعمال کے لیے بنائے ہوں یا کسی کو عاریتہ دینے کی غرض سے تیار کیے گئے ہوں۔ ایسی صورت میں علماء کا راجح مذہب یہی ہے کہ ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں عموم ہے۔ آپ کا فرمان اور مذکور ہو چکا ہے۔

اس کے علاوہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے ایک عورت کے ہاتھ میں سونے کے کنگن دیکھے تو اس سے دریافت کیا۔

الطَّيْنِ زَكَاةٌ هَذَا - قَالَتْ لَا - قَالَ أَيْسُرُكَ أَنْ يُسَوِّرَكَ اللَّهُ يُهَيِّئُ لَكُمُ الْقِيَامَةَ سَوَازِينَ مِنْ نَارٍ - فَاقْطَعُوهَا وَقَالَتْ لَهَا لَيْتَ وَلِرَسُولِهِ (ابوداؤد - نسائی)

”کیا تو اس کی زکوٰۃ دیتی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ پھر آپ نے اس سے دریافت کیا کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تجھے ان کے بدلے دواگ کے کنگن پہنائے۔ یہ سن کر اس نے دونوں کنگن اتار کر بھیج دیے اور کہا ان پر میرا کوئی حق نہیں۔“

لے لیکن مجھے اس میں تردد ہے کیونکہ اگر سونا چاندی دونوں کو ملا کر نصاب کی حد تک پہنچنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علیحدہ علیحدہ نصاب مقرر نہ فرماتے (مترجم)

یہ اللہ اور اس کے رسول کے ہو چکے ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ وہ سونے کا ہار پہنا کرتی تھیں۔ ایک دن آپؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا یہ کنز ہے۔ آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا جو مال زکوٰۃ کے نصاب تک پہنچ جائے پھر اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے تو اس پر کنز کا اطلاق نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۱۶۹)

اس مفہوم کی اور بھی احادیث مذکور ہیں۔

مال تجارت کا حکم۔ اب رہا معاملہ عرض کا تو اس سے مراد ہر وہ سامان ہے جو تجارت کی غرض سے خریدا جائے۔ اس کے متعلق یہ حکم ہے کہ اس کی قیمت کا حساب لگا کر چالیس حصہ نکالا جائے خواہ موجودہ وقت اس کی قیمت کے برابر ہو یا کم و بیش ہو (یعنی زکوٰۃ موجودہ مالیت پر لگے گی کیونکہ اس سلسلے میں حدیث مذکور ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيَانِ تَخْرُجُ الصَّدَقَةُ مِنَ الْبَيْتِ نَفَقَةً

رَبِّهِمَا (ابو داؤد)

”یعنی آپ کا حکم تھا کہ جو سامان ہم نے تجارت کی غرض سے رکھا ہوا ہے اس سے زکوٰۃ ادا کریں“

ایسی زمین، مکان، موٹر کاریں اور پانی کی بندھنیں جو تجارت کی غرض سے ہوں سبھی پر اس حکم کا اطلاق ہوتا ہے۔

لیکن ایسی عمارتیں جو کرایہ پر دینے کی غرض سے تعمیر کی جائیں اور ان سے تجارت مقصود نہ ہو تو ایسی صورت میں کرایہ میں زکوٰۃ ہوگی جبکہ اس پر ایک سال گزر جائے۔ اسی طرح پرائیویٹ موٹریں اور ٹیکسیاں زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوں گی کیونکہ وہ تجارتی نقطہ نگاہ سے نہیں خریدی گئیں بلکہ اپنے ذاتی استعمال کے لیے خریدی گئی ہیں۔ ہاں البتہ موٹر والے کی اجرت یا کرایہ جب حد نصاب تک پہنچ جائے تو کرایہ میں زکوٰۃ واجب ہوگی جب کہ اس پر ایک سال گزر جائے۔ خواہ اس نے یہ روپیہ اپنے نان نفقہ یا شادی کی غرض سے رکھا ہو۔ یا زمین خریدنے یا کسی کا قرض ادا کرنے کی غرض سے روپیہ اکٹھا کیا ہو کیونکہ شرعی دلائل میں عمومیت پائی جاتی ہے جو اس بات کی متقاضی ہے کہ مذکورہ بالا صورتوں میں زکوٰۃ واجب ہوگی اور قرض سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی۔

اسی طرح یتیموں اور یتیموں کے مال سے زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے بشرطیکہ نصاب کی حد تک پہنچ جائے اور ایک سال گزر جائے۔ چھوڑ کا یہی مذہب ہے۔ یہ کام ان کے سرپرستوں کے ذمہ ہوگا۔ جب زکوٰۃ ادا کریں تو ان کی نیت کریں اور سال کے اختتام پر ان کے مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ دلائل میں عمومیت پائی جاتی ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی جانب بھیجتے وقت فرمایا تھا۔

إِنَّ اللَّهَ قَدْ قَوَّضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تَتَّخِذُ مِنْ أَعْيَانِهِمْ وَتُرَدُّ إِلَىٰ أَهْلِهَا (مشکوٰۃ ۵۵)

”اللہ تعالیٰ نے ان کے مال میں زکوٰۃ واجب ٹھہرائی ہے جو سرمایہ داروں سے لے کر ان کے ناداروں اور زقراء میں تقسیم کی جائے۔

آداب زکوٰۃ۔ زکوٰۃ اللہ کا حق ہے کسی غیر مستحق کو دینا جائز نہیں۔ اس سے کوئی ذاتی مفاد حاصل نہ کرے۔ کسی کی تکلیف سے بچاؤ کی خاطر بھی اسے نہ دے اور اپنے مال کی حفاظت اور مذمت سے ڈرتے ہوئے کسی غیر مستحق کو نہ دے بلکہ مسلمان کو چاہیے کہ زکوٰۃ مستحقین میں تقسیم کرے۔ اس لیے کہ وہ اس کے حقدار ہیں۔ ان سے کوئی ذاتی غرض وابستہ ہرگز نہ ہو۔ جب زکوٰۃ ادا کرے تو دل میں تنگی اور بخل محسوس نہ کرے بلکہ خوشی خوشی ادا کرے اور اس سے صرف اللہ کی رضا جوئی مقصود ہو تاکہ اس کا فرض ادا ہو جائے اور اجر عظیم کا مستحق ہو۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں فرمایا ہے۔

مَصَارِفِ زَكَاةٍ مَّا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكَ سَبِيلُ اللَّهِ لِيُخْرِجَ مِنْهُ اللَّهُ عَنِ الْفِتْنَةِ (التوبة)

زکوٰۃ تو صرف ان لوگوں کا حق ہے جو فقیروں، مسکینوں، زکوٰۃ کی وصولی، امور ہوں، نو مسلم ہوں جن کی تالیف قلوب مقصود ہو، بے گناہ قیدی جن کی رہاں مقصود ہو، مقررہ ہوں یا مسافر ہوں۔ مزید براں اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ اللہ سب کچھ جانتے والا اور حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ کو ان دو ناموں پر ختم کرنے میں بندوں کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنے بندوں

کے حالات سے خوب باخبر ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ زکوٰۃ کا کون مستحق ہے اور کون غیر مستحق ہے۔ وہ اپنی شریعت میں حکمت والا ہے۔ وہ ہر چیز کو اس کے مناسب اور موزوں مقام پر رکھتا ہے اگرچہ لوگ اس کے فلسفہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اس لیے بندوں کو چاہیے کہ اس کی شریعت پر اطمینان کا اظہار کریں اور اس کا حکم بلا چون و چرا تسلیم کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اپنے دین کو سمجھنے کی توفیق بخشے اور معاملات میں صداقت پر قائم رکھے اور جو کام اس کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں ان میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی توفیق عنایت کرے اور ناراضگی کے اسباب سے بچائے۔ وہ دعا سننے اور قبول کرنے والا ہے۔

وصلی اللہ علی عبدہ ورسولہ محمد وآلہ وصحبہ۔

(۹) غوث قطب ابدال

ایک فرضی چیز جو ہندو پاکستان میں عام ہو گئی

جس مدرسہ کو دیکھو مدرسہ غوثیہ جس مسجد کو دیکھو مسجد غوثیہ لکھا ہوتا ہے۔
غوثین کی تحقیق:

- احادیث اقطاب اخوات ابدال کلھا باطلہ۔
ابن قیمؒ، ملا علی قاریؒ اور بیرونیؒ
۱۔ المنار المہنیف فی الصحیح والضعیف لایں قیمؒ
۲۔ موضوعات کبیر للملا علی قاریؒ
۳۔ اسی اصحاب فی احادیث مختلف المراتب لابن درویش بیرونیؒ
یوٹی ویسے حاطب البیل اور کھوجی کو صرف ایک اثر ملے ہے۔ جس کی سند صرف کنانی تک
جاکر ختم ہو جاتی ہے جو تیسری صدی کا آدمی ہے۔

نا علی بن عبد اللہ بن جھضم الہمدانی بمکة حدثنا عبید اللہ بن محمد العباسی قال سمعت الکنافی یقول النقباء ثلاث مائة والنقباء سبعون والبدع لخمادبعون والاخيار سبعة والعبد الربعة والغوث واحد فممكن النقباء المغربوا مسکن النجباء مصر وممكن الابدال الشام والاخيار سباحون فی الارض والعبد فی زوايا الارض وممكن غوث فی مکة فاذا عرضت الحاجة من امر العامة ابتهل فیها النقباء ثم النجباء

ثم لا بد ان نسم الاخيائرم الحمد فان اجيبوا ولا ابتهل الغوث فلا تتم ساعة حتى
تجانب دعوتہ رتاریع دمشق لابن عساكر جلد اول ص ۲۸۷-۲۸۸

یعنی جب تم کو امور عامر میں کوئی مشکل درپیش ہو پہلے نقیب کے پاس جاؤ اس کے بعد بدل کے
پاس پھر انبیار کے پاس پھر علم کے پاس جاؤ اگر وہاں بھی کام نہ بنے تو غوث کے پاس جاؤ اور
غوث مکہ میں ہوتا ہے بس یہی ایک اثر ہے جس سے ہندوستان کے لوگوں نے شیخ عبدالقادر
جیلانی کو غوث الاعظم بنا رکھا ہے۔ ایک بات بڑے مرنے کی اس روایت میں یہ ہے کہ غوث
مکہ میں ہوتا ہے پھر بغداد میں تو غوث نہ ہوا۔ کیونکہ عراق فتنہ کی جگہ آنحضرت ﷺ نے بتلائی ہے
مزید برآں اس روایت میں ایک راوی علی بن عبداللہ بن جہضم کے متعلق اسماء الرجال والے
کیا کہتے ہیں یہ بھی سنئے۔

علی بن عبد اللہ بن جہضم الزاهد ابو الحسن شیخ الصوفیۃ بحرم مکہ مصنف
کتاب بیحۃ الاسرار متھم بوضع الحدیث قال ابن خیرون قطم فیہ قال وقیل انہ
یکذب وقال غیوہ اتھموا بوضع صلاۃ الرغائب (میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۱۲۲ او
کسات المیزان جلد ۲ ص ۲۳۸)

توجعہ علی بن عبداللہ بن جہضم الزاهد ابو الحسن حرم مکہ میں صوفیہ رکاشیخ کتاب بیحۃ الاسرار کا
صنف احادیث وضع کرنے میں متھم ہے۔ ابن خیرون کہتے ہیں تکلم فیہ ہے اور کہا گیا ہے کہ
وہ جھوٹ بیان کرتا ہے۔ دیگروں کے نزدیک اس پر صلوۃ الرغائب کی حدیث وضع کرنے کا
الزام ہے۔

(ب) [شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام کی گیارھویں جس میں یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیعۃ اللہ کے
ذوالف اور ان کی امداد کی درخواستیں ہوئی۔ قبل ازیں ہم نے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس
کو غوث نہیں بنایا۔

علامہ ابن جوزی جو ان کے زمانہ ہی میں بغداد میں ہوئے انھوں نے اپنی کتاب الفتنم فی
تاریخ الامم میں شیخ جیلانی کا ذکر کیا ہے لیکن ان کی کسی کرامت کا ذکر نہیں کیا۔

نیز النجوم النظارہ فی ملوک مصر والقاہرہ لاین تغری بدوی حنفی المتوفی ۷۷۴ھ جلد ۲ ص ۱۲۲
اور الذیل علی الروضتین ملائیں ابوشامہ دمشقی نے اور تذرات الذہب جلد ۳ ص ۳۱۲ میں ابن
عماد الحنبلی نے ذکر کیا ہے کہ وزیر ابو المظفر جلال الدین عبید اللہ بن یونس نے ان کی قبر اکیڑوی تھی

اور تش کی ہڈیاں دریا ئے دجلہ میں پھینک دی تھیں۔ تو جو شخص اپنی تش کی حفاظت نہ کر سکا وہ دوسروں کی کیا حفاظت کرے گا؟

یار لوگوں نے ایک کتاب لکھ دی جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا درجہ نبیوں اور صحابہ سے افضل ہے اور یہ کہ اللہ نے کوئی نبی یا ولی ایسا پیدا نہیں کیا جو کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی قبر پر حاضری نہ دیتا ہو (تحقیق اللویاری فی شأن سلطان الاصفیاء)

نذر نیاز غیر اللہ کے متعلق فقر حنفی کا فیصلہ واعلم ان اللہ الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدارہم والشمع طلوزیت الی صواعق اللیلۃ الکرام تقرّباً لیہم فہو بالاجماع باطل حرام۔

جائے لیجیے کہ اکثر لوگوں کی طرف سے مردوں کو بونڈرو نیاز پیش کی جاتی ہے۔ نیز تقرب کے پیش نظر اولیائے کرام کی قبروں پر جو نقدی، چراغ یا تیل وغیرہ وصول کیا جاتا ہے یہ بالاجماع باطل اور حرام ہے۔

۱۔ درختار فقہ حنفی ص ۹۷ طبع نو کشور لکھنؤ۔

۲۔ فتاویٰ شامی جلد ۲ صفحہ ۳۹۴ طبع مصر۔

۳۔ طحاوی علی درختار جلد اول ص ۵۵ مطبوعہ کلکتہ۔

اور طحاوی علی درختار جلد ثانی ص ۴۹۲ طبع مصر میں ہے۔

من قال شیءٌ للہ یعوض بیکفر+ ویخشی علیہ الکفر بعض یقرء

نیز غایۃ الاوطار شرح درختار جلد ۲ ص ۵۲۱ میں بھی ایسا ہی آیا ہے۔

نیز علامہ عبدالحی فرنگی محلی نے بھی مجموعہ فتاویٰ جلد اول ص ۲۶۲ میں اسی طرح

لکھا ہے۔

نیز ارشاد الطالبین ص ۲ قاضی شہاد اللہ پانی پتی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

بلاغ المبین شاہ ولی اللہ ص ۶۳ و تقسیمات الہیہ جلد ۲ ص ۴۵

نیز کتاب الزہد ص ۱۷ و حلیۃ الاولیاء للابی نعیم اصبہانی میں ہے کہ ایک کبھی کے چرخہ کی وجہ سے ایک آدمی جہنم میں چلا گیا تھا۔

ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں لکھا ہے۔

ومن مفتریات الشیعۃ التثقیۃ ناد علیاً منطہو العجائب والمقرائب۔

اور جو شیعوں نے بدترین افتراء کیا ہے اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عجائب و غرائب کا اظہار کرنے والے علی کو پکارنے کا وظیفہ کر دو۔
مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اسی وظیفہ پر مشکل حل کرنے کے لئے بڑی تعریف کی ہے مگر ملاحظہ علی قاری اسے افتراء کہتے ہیں۔
شاہ عبدالعزیز قنادی عزیزی جلد اول ص ۴۹ میں لکھتے ہیں۔

استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور باشد یا غائبانہ بے شبہ بدعت است در زمان صحابہ و تابعین نہ بود (قنادی عزیزی جلد اول ص ۴۹)
نیز فقہ حنفی فتح القدیر شرح ہدایہ جلد ۵ متا و شرح غنایہ علی الہدایہ ج ۴ ص ۱۰۱ و شامی وغیرہ باب الیمین فی الغرب و التقل وغیرہ باب دیکھو صاف مردوں کے سننے کا انکار ہے۔

من قال ادع الملائک حاضرة تعلم یکفر و من ظن ان المیت یمضون فی الاموات دون الله و اعتقد بذلك ینکفر (بحوالہ لائق جلد ۵ ص ۴۹ و شامی جلد ۳ ص ۴۵) و فتاویٰ بنازیہ ج ۲ ص ۳۲۶ و مجمع البحار جلد ۲ ص ۳۰۰ تالیف علامہ طاہر نقوی)
جو شخص یہ کہے کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اس نے کفر کی بات کہی ہے اور جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ کے سوا کوئی میت امور میں تصرف ہے اور وہ اس کا عقیدہ بھی رکھے تو وہ کافر ہے۔
(مولوی) محمد شفیع لاہور

کے بارے میں المملکت العربیۃ السعودیہ کے محکمہ دارالبحوث العلمیۃ والاقتصاد والدعوة والارشاد کی رپورٹ۔

ہدایۃ المستفید

ترجمہ نے اس کتاب کو نہایت محنت اور کاوش سے آسان اور عام فہم اسلوب میں اردو کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ ترجمہ میں کسی قسم کا کوئی سقم باقی نہیں ہے۔
ہدایۃ المستفید شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی کتاب التوحید کی شرح فتح المجید) کا اردو ترجمہ ہے جسے دنیا بھر میں پہلی بار انصار السنۃ المحمدیۃ پاکستان کو پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ہدایۃ المستفید کا مطالعہ شرک و بدعت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں روشنی کا مینار ثابت ہو گا۔ ان شاء اللہ۔ ہدایۃ المستفید ۹۲ کتب حدیث و تفسیر کا پنچواں اور غلامہ ہے۔ ایک ہزار سات سو پچیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب سعودی کلچر آفس لاہور سے مفت حاصل کی جاسکتی ہے۔
انصار السنۃ المحمدیۃ لاہور پاکستان

اسلام کا قانون سرقت

(سلسلہ تعزیرات اسلام) قسط (۱۷)

قولہ: قاضی کو چاہیے کہ وہ چور کو کہے کہ وہ اپنے اقرار سے رجوع کر لے (دفعہ ۵ ج ۲)۔
اقول: اس بات کی سطحیت پر کچھ کہے بغیر ہم قاضی صاحب کے دلائل کا تجزیہ کرتے ہیں۔
آپ نے پہلے ابوامیہ مخزومی کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اہم ابوحنیفہؒ کے قول کی
تائید کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں کوئی لفظ تک ایسا نہیں جس
سے یہ معلوم ہو کہ قاضی کو رجوع عن الاقرار کے متعلق تلقین کرنی چاہیے بلکہ علامہ خطابؒ تو اس
حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

فی اسنادہ مقال قال والحديث اذا رواه مجهول لم يكن حجة ولم يجب
الحكم به (التلخیص لابن حجر ۳۵۶)

اسی طرح جو روایت ابن عمر وغیرہ سے پیش کی ہے جس کے الفاظ ہیں قال لسارق
اسرفت قال لا ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ سارق نے ابھی اقرار کیا ہی نہیں تو رجوع کے
کیا معنی؟ لیکن اس سے قطع نظر نہ معلوم موصوف نے سبل السلام سے روایات نقل کرتے وقت
روایتی تحریف و تصحیف سے کام لیتے ہوئے روایات پر مذکورہ جرح کو کیوں نظر انداز کر
دیا حالانکہ اس حدیث کے بعد صاحب سبل السلام رقمطراز ہیں:

قال الواقعي يصحوا هذا الحديث وقال الغزالي قوله قل لا لم يصححوا لانتسابه لسبل السلام ۱۹
یہی جرح ذرا تفصیل کے ساتھ حافظ ابن حجر نے التلخیص المجمل ۲۵۷ پر بھی نقل کی ہے
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت قابل احتجاج نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں اس کے رجوع سے قبل کا اقرار دو
صورتوں سے خالی نہیں کیا تو وہ اپنے اقرار میں سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر پہلی صورت ہے تو اس
پر حد کو جاری نہ کرنا فرض کو معطل کرنے کے مترادف ہے اور اگر غلط اقرار تھا تو پھر اس

سے ہر جائز وصول کرنا مجہول ہے۔ یاد رہے جو لوگ رجوع کے قائل ہیں وہ رجوع کو معتبر سمجھنے کے باوجود سارق سے ہر جائز وصول کرنے کے بھی قائل ہیں۔
حافظ ابن حزم کے الفاظ ہیں:

فلا یخلوا اقرار ذلک ضرورۃ من احد وجهین لاثالث لهما اما ان یکون صادقا انه سارق منه ما ذکر او یکون کاذبا فی ذلک فان کان صادقا فقد عطلوا الفرض اذ لم ینفذوا علیه ما مولا للہ تعالیٰ به من قطع ید السارق وان کان کاذبا فقد ظلموا اذ عزموا ما لم یجب لہ عند قطع (المعطلی ص ۲۴ ج ۱۱)
ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ:-

هذا قول اکثر الفقهاء وقال ابن ابی لیلی وداؤد لا یقبل رجوعه لانه موافق لادعی بقصاص او حق لم یقبل رجوعه عنه (المغنی ص ۲۹۳ ج ۱۰)
لیکن تعجب ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں:

واذا اقر الرجل بالزنا او بشرب الخمر او بالسرقة ثم رجع قبل رجوعه قبل ان تاخذ له المایط او الحجارة او الحديد (کتاب الاثم ص ۱۳۹ ج ۴)
حالانکہ حدود کا عملی اجرا کوئی ایسا داعیہ نہیں ہے جس سے حدود میں رد و بدل غیر ممکن ہو جاتا ہے جبکہ یہ حقیقت مسلم ہے کہ اگر شبہ معقول یا کسی اور معقول وجہ سے اس کا جرم ثابت نہیں ہوتا تو اس کی حد معتدل ہونی چاہیے اور اگر رجوع عن الاقرار ایسا لاحقہ ہے ہی تو پھر حدود کو معطل کیوں کیا جاتا ہے؟

اس سے بھی عجیب فتویٰ امام مالکؒ کا ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ ایک آدمی ہزار درہم چور لیتا ہے اور اقرار کرتا ہے لیکن بعد میں اقرار سے رجوع کر لیتا ہے اور سرقہ منہ اس سے اپنے مال کا متقاضی بھی ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں سارق سے ہزار درہم تو لیے جائیں لیکن ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (المدونة الکبریٰ ص ۲۹ ج ۱)

اب ہر ذی شعور یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس طرح تو حد سرقہ کا وجود ہی ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مذکورہ ابحاث کی طرح اس موقع پر بھی چور پیشہ حضرات کی مکمل حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ اور حدود کو شعوری یا غیر شعوری طور پر معطل کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے؛ حالانکہ اس صورت کو زیادہ سے زیادہ اس دور پر محمول کیا جا سکتا ہے جب

لوگوں میں خود یہ جذبہ تھا کہ وہ اپنی بار بار آکر تطہیر چاہتے تھے یعنی وہ خیر الفردن کا دور تھا لیکن یہ دور پُر فتن ہے اور لوگوں کی حالت اتنی ناگفتہ بہ ہے کہ الامان والحفیظ۔ لہذا اس صورت پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ بہر حال یہ ایک توجیہ ہے ورنہ ایسے قاضی کو بھی جبرتناک اور قمار واقعی منرا ملنی چاہیے۔

چنانچہ اس بحث کو محمد بن عبدالعزیز النخولی کے اس سلسلہ میں سبل السلام کے حاشیہ پر ایک قابلِ قدر ریبائرس پر ختم کرتے ہیں :

کیف نلقن المسارق الذی ینتھل حرمات الاموال الانکار وہل هذا لا تعطیل للحدود واعزاء للسائقین علی ان یعتوا فی الارض فسادا (سبل السلام مج ۱)

لطیف۔ لطف کی بات یہ ہے کہ قاضی صاحب دفعہ ۵ کے جزیج کے تحت فرماتے ہیں کہ مال کے حق میں اقرار سے رجوع مال کو ساقط نہیں کرے گا البتہ اقرار سے رجوع کرنے پر اس کو تعزیری سزا دی جائے گی۔

لیکن ہماری سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے کہ ایک طرف تو رجوع کی بنا پر حد ساقط کی جا رہی ہے لیکن مال کا مطالبہ برقرار ہے تو یہ مال کس حیثیت سے لیا جا رہا ہے؟ پھر جب حد ساقط ہوگی تو تعزیری سزا۔ چر معنی دارد؟ مزید برآں رجوع عن الاقرار کے متعلق اس موقع پر حضرت مانعہ سلمیٰ کا واقعہ پیش کیا گیا ہے جس کا ایک نقطہ بھی اس بات کو مشعر نہیں کہ آپ نے اقرار سے رجوع کر لیا تھا اور ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر آپ کے قرار سے احتجاج ہے تو پھر۔

چر نسبت خاک را بعالم پاک

ایک نہ شد و دوشد۔ ہم قاضی صاحب کی دفعہ ۵ کے جزیج کا رد نامور ہے تھے کہ جزء ۵ میں بھی یہی گویا فتنائی کی گئی ہے کہ جبری طور پر اگر سارق اقرار کرے تو حد نافذ نہیں ہوگی البتہ مال یا اس کا تادان ادا کرنا پڑے گا۔

اس موقع پر بھی ہم ابن حزم کے تجزیہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اہل بصارت و بصیرت سے بڑے انصوس سے یہ عرض کرتے ہیں کہ وہ فقہ کی اس گتھی کو سلجھائیں کہ آخر جب جبر کی وجہ سے حد ساقط ہوگی تو مال کس حیثیت سے لیا جا رہا ہے؟ اگر مال سارق کی حیثیت سے لیا جا رہا ہے تو حد کس حیثیت سے باق کی گئی ہے؟

جب کہ قاضی صاحب شامی سے نقل فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں فساد کی کثرت کی وجہ سے متاخرین کے فتوے پر عمل کرنا چاہیے یعنی چوری کے الزام میں چور پر جبر و تشدد بھی جائز ہے تو اس صورت میں مذکورہ بالا جزو کی وضاحت کا کیا مطلب؟ لغت دانی - ہم اپنے مضمون کے اوائل میں غالباً یہ بات عرض کر چکے ہیں کہ اگر قاضی صاحب کو علم لغت میں کچھ مہارت ہوتی یا کتب لغت سے دلچسپی ہوتی تو آپ ستر وغیرہ کی تعریف میں ٹھوکر نہ کھاتے۔ جب کہ یہ بات محقق ہے کہ اگر انسان کو لغت کی اصلاحات یا اس بات کا علم نہ ہو کہ صدمہ کے بدل جانے سے معانی میں بھی فرق آجاتا ہے جیسا کہ تبدیلی اعراب سے معنی بھی تبدیل ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو کوئی شخص عربی عبارت کا مفہوم صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتا یہ بات تو مشہور ہی ہے کہ لولا الاعتبار لبطلت الحکمة اب کے انھوں نے دفعہ ۷ میں بھی ایسی ہی بات کہی ہے جو ان کی اصول لغت سے عدم واقفیت پر دلالت کرتی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

لفظ "اشہد" (میں شہادت دیتا ہوں) مشاہدہ، قسم اور حال تینوں کو متضمن ہے اس لیے اس لفظ کے علاوہ کسی اور لفظ سے شہادت درست نہیں۔ علامہ کا سنی حنفی نے بھی لکھا ہے کہ:

منها لفظ الشهادة فلا تقبل بغيرها من الالفاظ كلفظ الاخبار والاعلام ونحوها

فان كان يؤمى معنى الشهادة تعبدًا غير معقول المعنى (البدائع والمنتاح ۴۲۹)

اولاً: اس میں یہ متناقص ہے کہ آپ نے پہلے کہا ہے کہ "میں گواہی دیتا ہوں" بھی ٹھیک ہے۔ ثانیاً: مشاہدہ کو ظاہر کرنے کے لیے اور زمانہ حال پر دلالت کرنے والے الفاظ اور بھی ہو سکتے ہیں مثلاً "میں کہتا ہوں کہ فلاں آدمی کو میں نے ایسے کرتے دیکھا ہے" یا "میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے یہ کام کیا ہے" وغیرہ وغیرہ۔

ثالثاً: جہاں تک اس میں قسم کا تعلق ہے تو پہلے یہ بات بایں وجہ بالکل ناقابل التفات ہونے کے ساتھ محتاج وضاحت بھی ہے کہ کیا گواہی میں قسم کی ضرورت (شرط) بھی ہے یا نہیں اگر نہیں تو اس خصوصیت کے کیا معنی؟

پھر قاضی صاحب نے اس کی تائید میں یہ محاورہ پیش کیا ہے کہ "أَشْهَدُ بِاللَّهِ لَقَدْ كَانَ كَذِبًا" حالانکہ ایک بتدی بھی اس جملہ کے متعلق جانتا ہے کہ اس میں قسم کا معنی محض اشہد

میں مضمر نہیں بلکہ بالذکر کی وجہ سے ہے یعنی قرائن کے بغیر اشدھ قسم کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب لسان العرب "شهادة احدہم اربع شہادات باللہ" کے بعد فرماتے ہیں "الشهادة معناها اليمين ہلہنا"۔

عبارت کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ قرائن کے بغیر اشدھ میں قسم کا معنی نہیں پایا جاتا۔ اور اسی قسم کی قرائن سے متعسف بات صاحب تاج العروس نے بعض اہل لغت سے نقل کی ہے۔ بنا بریں ہم علی وجہ البصیرت یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ کسی بھی اہل لغت نے کہیں بھی اس بات کی صراحت نہیں کی کہ محض اشدھ میں قسم کے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔ فاقا بدھا نکم ان کتم صدقین بالفرض یہ بات تسلیم کر لی جائے تو قاضی صاحب کیا فرماتے ہیں ایسے شخص کے متعلق جو اشدھ کے ساتھ اقرار سرفہ کرتا ہے لیکن قاضی اسے رجوع کے لیے کہتا ہے اور وہ رجوع کر لیتا ہے تو کیا وہ عانت ہو گا یا نہیں؟ پھر نہ معلوم قاضی صاحب سے یہ حقیقت کیوں اوجھل رہی کہ جس امام علیہ الرحمۃ کی تائید میں وہ اس قدر کوشاں ہیں وہ تو نماز میں بھی لسانی اور منوی رد و بدل کے تامل میں تو اس شہادت میں کیونکر رد و بدل نہیں ہو سکتا؟

قولہ: جن گواہوں کے حالات قاضی کسی دوسرے مقدمہ میں معلوم کر چکا ہو اگر وہی گواہ اسی قاضی کے سامنے کسی اور مقدمہ میں شہادت کے لیے حاضر ہوں تو ان کے حالات دوبارہ قاضی ہندام نہیں کرے گا ابشر طیکہ چھ ماہ کے اندر حاضر ہوئے ہوں ورنہ دوبارہ ان کے حالات معلوم کرے گا (دفعہ ۱۱ جز ۱)

اقول: چھ مہینے کی تعیین کی وجہ ترجیح کیا ہے؟ جب کہ کسی آدمی کا مرضی ہونا ایک منٹ سے لے کر لاکھ سال تک ہی وقت کے درمیان بھی ممکن ہے۔ نیز نوعیت مقدمہ گواہوں کی حیثیت پر اثر انداز کیوں نہیں ہوتی؟

قولہ: سرفہ اور دیگر حدود کے مقدمات میں گواہی پر گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا البتہ مالی حقوق کے بارے میں قبول کیا جائے گا (دفعہ ۱۱)

اقول: حدود اور مالی حقوق کا فرق کس نص صریح پر مبنی ہے؟ جبکہ قاضی صاحب نے تزکیہ شہود دفعہ ۱۱ کے ضمن میں یہ بات لکھی ہے کہ صاحبین کے نزدیک تمام مقدمات میں گواہوں کا تزکیہ کرنا ضروری ہے۔ اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے!

قولہ: سرقہ، زنا اور خمر کے مقدمات کے شاہد واقعہ کے بعد ایک ماہ کے اندر اندر قاضی کے پاس واقعہ کی شہادت دیں ورنہ بعد کی شہادت قبول نہ ہوگی مگر قذف، اقصا ص اور مالی حقوق کے بارے میں قبول ہوگی۔

اقول: ایک ماہ بعد گواہ اس قابل کیوں نہیں رہتا کہ اس کی شہادت قبول نہ کی جائے؟ سرقہ زنا اور شرب خمر نیز قذف اور قصاص وغیرہ میں من حیث المقدمات کیا فرق ہے؟ کذا فی المیعاد شہادت قسم الثانی میں تو قبول ہوا و قسم اول میں مردود؛ اگر قسم اول خالص حق اللہ کے مقدمات میں تو قاضی صاحب نے آگے چل کر دفعہ ۱۱ کے ضمن میں تسلیم کیا ہے کہ حقوق العباد حقوق اللہ سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ نے حقوق العباد اور حقوق اللہ میں کوئی فرق نہیں کیا اور کسی قسم کی مدت کا تعین نہیں کیا۔ کیونکہ وہ حقوق اللہ کو بھی حقوق العباد ہی پر تیس کرتے ہیں۔

اور اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو حقوق العباد میں تو اکثر اوقات نہیں بلکہ ہمیشہ حقوق اللہ آتے ہی ہیں لیکن حقوق اللہ کے ضمن میں حقوق العباد کا آنا کوئی ضروری امر نہیں۔ اس اعتبار سے بھی اگر حقوق العباد میں زائد المیعاد شہادت قبول ہے تو حقوق اللہ میں بالادلی قبول ہوتی چاہیے!

قولہ: اگر اجراء تک درج ذیل شروط میں سے کوئی شرط فوت ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی اور تعزیری سزا عائد ہوگی۔ پہلی شرط — اجراء حد تک سارق اور مسروق نہ کے درمیان خصوصیت قائم ہو — (دفعہ ۴ ترجمان القرآن فروری ۱۹۷۷ء) اس کے بعد اس ضمن میں قاضی صاحب نے پانچ امور ذکر کیے ہیں جن سے خصوصیت ختم ہو جاتی ہے۔ اقول: لیکن درحقیقت وہ امور تقریباً ایسے ہیں جو کہ عدالتی کارروائی کے موانع کے ضمن میں آتے ہیں حالانکہ شرعی نقطہ نظر سے کوئی مقدمہ جب عدالت میں پہلا جائے تو مدعی کو حق ہی حاصل نہیں کہ وہ اپنے دعوے میں رد و بدل کرے (ورنہ ایسے مدعی کو نرٹلے گی) جیسا کہ حضرت صفوان بن امیہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے اور اسی بنا پر علامہ ابن رشد لکھتے ہیں۔

و اتفقوا علی ان لصاحب السرقۃ ان یعفوا عن السارق ما لم یرفع ذلک الی الامام
لعمادی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جہاد بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال

تعاقر الحدود و دبیحکم فما یبلغنی من حد فقد وجب" وقوله علیه السلام "لو كانت فاطمة بنت محمد لا قتلت علیها الحد" وقوله لصفوان "هلا كان ذلك قبل ان تاتیني" (البدایة المجتہد ۳۹)

یعنی یہ عفو وغیرہ کا سلسلہ قبل از عدالت ہونا چاہیے۔ اسی طرح آپ نے ہمد کے متعلق لکھا ہے۔ ہمد کے متعلق امام مالک اور امام شافعی کا خیال ہے کہ حد جاری ہوگی۔ اناہ رفع الی الامام فی الامام احمد اور امام ابو یوسف کا بھی یہی خیال ہے۔ علامہ فراء جنبی فرماتے ہیں۔ اذا وھبت له السرقة لم یسقط عنه القطع، اذا عتارب المال عن القطع لم یسقط (الاحکام السلطانیة ۲۵۲)

اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے قاطع الطریق کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر وہ قتل کر دے تو مقتول کے ورثہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ بعد میں اسے معاف کریں بلکہ قاضی کو حد جاری کرنا ہوگی کیونکہ اس نے کسی خاص امر کی بنیاد پر اسے قتل نہیں کیا بلکہ مال کی وجہ سے قتل کیا ہے اور اسی طرح سارق کا معاملہ ہے۔ چنانچہ انھوں نے فصل بحث کی ہے اس کا اختصار نلاحظہ ہو۔

ولهذا اتفق الفقهاء علی ان قاطع الطریق لاخذ المال یقتل حتھا و قتلہ حد لله و قتلہ مفوض الی اولیاء المقتول قالوا لان هذا الم یقتله لغرض خاص معه انما قتلہ لاجل المال فلا ضرب عندک بین هذا المقتول و بین غیرہ فقتلہ مصلحت عامۃ فعلی الامام ان یشیم ذلک۔ وکذا لك السارق لیس غرضہ فی مال معین و انما غرضہ اخذ مالی لهذا و مال لهذا، کذلک کان قطعہ حقا واجبا لله لیس لرب المال بل رب المال یاخذ مالہ و تقطع ید السارق۔ حتی لو قال صاحب المال انا اعطیہ مالی لم یسقط عنه القطع کما قال صفوان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم انا اھبہ وھا فی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھلا فعلت قبل ان تاتی بھ؟ قال البستی صلی اللہ علیہ وسلم من حالت شفاعتہ دون حد من حد و اللہ فقد ضاد اللہ فی امرہ و من خامس فی باطل و هو یعلم لم یزل فی سخط اللہ حتی ینزع و من قال فی مسلم ما لیس فیہ حبس فی ردغة الخبال حتی یرجھ ما قال۔ و قال المزیر بن الحوام۔ اذا بلغ الحد و السلطان قلن اللہ الشافع و المشفع۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۹ ص ۲۴۹)

گویا کہ شیخ الاسلام کے نزدیک رب المال کا ایسا رویہ اختیار کرنا دراصل حدود اللہ میں سفارش کرنے کے مترادف ہے جو کہ حرام ہے۔

معدرتے

ہیں افسوس ہے کہ صاحب مضمون نے یہاں ایسی تند و تیز زبان استعمال کی ہے جو علمی نقد کی بجائے ذاتی حملوں کی زد میں آتی ہے۔ محدث کا مسلک علمی اختلاف کی گنجائش تو رکھتا ہے، لیکن اس کے لئے ایسا تاروا لہجہ گوارا نہیں۔

صاحب مضمون سے درخواست ہے کہ وہ اپنا زور بیان علمی دلائل کی حد تک محدود رکھیں۔ ہمارے لیے یہ بھی مشکل ہے کہ سارا مضمون اپنی زبان میں منتقل کرنے کے شائع کریں اور یہ شاید موصوف کے مافی الضمیر کی ادائیگی کا حقدہ کرنے میں مہمل ہو۔ (محدث)

اضطراب۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث صفوان میں اضطراب تن ہے لیکن واضح ہو کہ

اضطراب فی السنہ ہر یانی المتن 'وہ موجب قدح ہوتا ہے جو ناقابل ارتقاع ہو لیکن ہم کو تو اس حدیث میں ایسا کوئی اضطراب نظر نہیں آیا جو قاضی صاحب نے دیکھ لیا شاید کہیں یہ بات نہ ہو کہ تقلید کی رنگین عینک میں حدیث کے شفاف مسائل بھی کچھ ویسے ہو جاتے ہیں۔

لیکن ہم الوداؤد و المستدرک للحاکم کی روایات کے الفاظ قارئین کے سامنے

رکھے ہیں تاکہ وہ کچھ فیصلہ فرمائیں کہ ان میں اضطراب ہے یا نہیں؟ یا قاضی صاحب
رفاحت فرمائیں جو کہ انہیں پہلے فرمانا چاہیے تھی۔ ملاحظہ ہو ابو داؤد کی روایت کے الفاظ:
عن صفوان بن امیۃ قال کنت ناٹیا فی المسجد علی خمیصۃ لی ثمن ثلاثین
درهما فجام رجل فاختلسها منی فاخذ الرجل فاتی به النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامر
ہ یقطع قال فایتہ فقلت اقطعہ من اجل ثلاثین درهما ناد بیعہ والنسبہ ثمنہا
الی فہلکان ہذا قبل ان تاتینی بہ (البراءۃ ص ۲۲ طبع مجیدی کانیور)

امام حاکم نے ایک روایت متذکر میں ان الفاظ سے نقل فرمائی ہے

عن صفوان بن امیۃ قال کنت ناٹیا فی المسجد علی خمیصۃ لی ثمن ثلاثین
درهما فجام رجل فاختلسها منی فاخذ الرجل فاتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
امرہ لیقطع فایتہ فقلت اقطعہ من اجل ثلاثین درهما ناد بیعہ والنسبہ
ثمنہا قال فہلکان ہذا قبل ان تاتینی بہ (مستدرک للحاکم ص ۳۲)

اب قارئین فیصلہ فرمائیں کہ اس میں کیا اضطراب ہے؟ جب کہ سنیں بھی کسی قسم کا
اضطراب نہیں جس کو ہم نے انحصار کے پیش نظر ترک کر دیا ہے۔ کہیں یہ مذہبی تلقین اور تقلید کا
اضطراب کی تسکین کا شکار نہ تو نہیں کہ اضطراب معرض وجود میں آگیا۔ نیز قاضی صاحب کو اصولی
خطہ نظر سے نہ سہی ایک مقلد کی حیثیت سے تو اس اضطراب کو سلف میں سے ثابت کرنا
پاہیے تھا مگر — رات ہم الا یہ خرصوت —

قولہ: سارق کا بایاں ہاتھ یا اس کا انگوٹھا یا انگوٹھے کے علاوہ اس کی دانتکیاں یا
دانتا پاؤں کٹا ہوا یا ناکارہ نہ ہو (دفعہ ۱۷۱ شرط ۱۷۱) یعنی اگر یہ صورتیں ہوں تو حد
ساقط ہو جائے گی۔

اقول: ہم اس تفریع کو بھی چور نوازی کے علاوہ کوئی نام نہیں دے سکتے لیکن یہ اختلاف
دراصل ایک لحاظ سے اس بات پر مبنی ہے کہ کیا تیسری مرتبہ ہاتھ کاٹا جائے یا نہیں؟ اگر
یہ ثابت ہو جائے کہ تیسری مرتبہ بھی اجرائے حد ہے تو یہ بات پرکاش سے زیادہ وزن کی
حامل نہ ہوگی جیسا کہ خود قاضی صاحب کی بحث زیر دفعہ ۱۷۱ سے معلوم ہوتا ہے لیکن اس
سے قبل ہم آپ کے سامنے دفعہ ۱۷۱ شرط ۱۷۱ کی تشریح پیش کرتے ہیں تاکہ آپ اندازہ لگا
سکیں کہ اس امر پر ہر دفعہ کے پردہ میں چور پریشہ حضرات کا تحفظ کس انداز سے کیا گیا ہے۔

چنانچہ قاضی صاحب تخریر فرماتے ہیں کہ اگر سرقہ بمقدار نصاب ایک شہر میں کیا گیا ہو اور سارق دوسرے شہر میں پکڑا گیا ہو جس میں مال سرقہ کی قیمت نصاب سرقہ سے کم ہو تو حد نافذ نہ ہوگی۔

آپ یقیناً جانیے ان دونوں صورتوں کے مضمرات کو لکھتے ہوئے ہمارا ضمیر شہم محسوس کرتا ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم انہی ابحاث کو دیکھے تو وہ ہمارے اس دعوے پر کیا رائے قائم کرے گا کہ اسلام میں تمام مذاہب باطلہ سے زیادہ مال کا تحفظ کیا گیا ہے کہ ایک ناخداوند آدمی بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ ایک ایسا سارق جو چوری کرتا ہے اور اسی شہر میں رہتا ہے اس کو اس جرم کی پاداش میں سزا دی جائے کہ وہ یہاں سے بھاگنے میں کامیاب کیوں نہیں ہوا؟ اور اسی طرح دوسرے دن کے بھاؤ کا اعتبار کیوں نہیں کیا جاتا؟ پھر اس چور کے متعلق کیا خیال ہے جس پر عدالت قطعید کا حکم نافذ کرتی ہے لیکن وہ اپنے ہاتھ کو بچانے ہوتے اپنا انگوٹھا کاٹ لیتا ہے یا داہنا پاؤں ناکارہ کر لیتا ہے؟

واقعہ ۱۵۱۔ جس کا ذکر ہم اشارۃً پہلے کر چکے ہیں کہ اس ضمن میں قاضی صاحب نے یہ اختلاف بیان فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تیسری مرتبہ ہاتھ نہیں کاٹا جلتے گا بلکہ قید کیا جائے گا۔ البتہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک چاروں مرتبہ حد قائم کی جائے گی اور اگر پھر فرورت محسوس ہو تو اسے قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے فتوے کی بنیاد حضرت علیؓ کے قول پر ہے کہ ”مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس (سارق) کے لیے کوئی ہاتھ نہ چھوڑوں جس سے وہ کھانا کھائے اور استنجا کرے اور کوئی پاؤں نہ چھوڑوں جس پر وہ چلے“ اس بات پر اخراجات نے صحابہؓ کے اجماع کا دعویٰ بھی کیا ہے لیکن اجماع کا دعویٰ محل نظر ہے جیسا کہ ابن حزمؒ نے لکھا ہے اور علامہ ابن رشدؒ بھی فرماتے ہیں۔ خلا القولین مروی عن عمرو ابی بکرؓ اور شاید اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ قتال الاكثر یقطع وقال ابو حنیفہ لا قطع علیہ“ اور پھر متقل باب کے تحت فرماتے ہیں: قال ابن المنذر ثبت عن ابی بکرؓ وعمرؓ انهما قطعوا الید بعد الید والرجل بعد الرجل۔ (تفسیر قرطبی ج ۲)

علامہ غریبی حنفیؒ فرماتے ہیں:

قال ابو اہیم وقد اختلف اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمنہم من قال

اقطع حتی اتي على قوائمه كلما يريد به قول ابى بكر وعمر رضی اللہ عنہما ومنہم من قال اقطع بيد لا درجلہ ثم اجسہ يريد به قول علي و ابن مسعود رضی اللہ عنہما (البسوط ج ۹)

بالفرض اس اجماع کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو نص میں کے مقابلہ میں مروج ہی ہوگا اور یہ کہنا کہ امام شافعی نے اپنی تائید میں جو حدیث پیش کی ہے وہ ضعیف ہے صحیح نہیں کیونکہ اس کی مؤید احادیث بھی موجود ہیں جن سے اس کا سقم دفع ہوتا ہے جیسا کہ اسماء بنت عیس کا واقعہ اور حضرت ابو ہریرہ کی روایات ہیں جس کو دارقطنی کے حوالہ سے علامہ جزیری نے نقل کیا ہے۔ علامہ موصوف یہ تمام بحث لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

وقد اجابنا له الكيسه والشافعية عن هذا الدليل بان هذا الرواي لا لاقادرا المصروف وان كانت المصوص فيه ضعف كما قال الحنفية فقد عاصدته الروايات الاخرى الواردة بهذا المعنى رالفقه على المذهب للبلغة ۱۶۳/۵

اسی طرح اگر قرآن مجید کے الفاظ "اقطعوا ايديهم وارجلهم من خلاف" پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ امام شافعی کا مسلک صحیح ہے کیونکہ اگر ایک ہاتھ کے بعد ایک پاؤں کا ہوتا تو "اليسيدى" جمع کا صیغہ لاکر "من خلاف" کہنے کی ضرورت نہ تھی یعنی "من خلاف" اور "ايدى" کا تعلق بھی اسی صورت میں صحیح معلوم ہوتا ہے کہ پار مرتبہ مد قطع جاری ہے اور یہی صورت مسئلہ میں ہوگی ورنہ "حد مرتين" کے تائیلین کو پاؤں کاٹنے کی اجازت نہ ہوگی اور یہ قرآن پر زیادتی ہوگی جیسے قاضی صاحب خود فرماتے ہیں کہ قرآن کریم پر زیادتی حرام ہے۔

نیز یہ کہنا بھی محتج و ضاحت ہے کہ حد کا مقصد جان کو تلف کرنا نہیں ہوتا جبکہ بعض حدود کا مقصد ہی یہ ہے مثلاً قتل عمارت وغیرہ اور پھر حد سترہ (چار مرتبہ) میں تو اتنا نفس ہوتا ہی نہیں اور جہاں تک معنویت کا تعلق ہے تو اسے زیادہ سے زیادہ چور و زانیہ پر ہی محمول کیا جاسکتا ہے کہ کیا نبی علیہ السلام اس معنویت کو نہ سمجھتے تھے اور آپ کا مرضی پر حد زنا نافذ کرنا بھی اس بات کا مؤید ہے بالخصوص جبکہ جس دوام بھی معنوی ہوگا کہتے ہی تو "انما عندی واللہ اعلم بالصواب"

(مسئله)

منظور احسن عباسی

تو کائناتِ حُسن ہے یا حُسنِ کائنات

تابندہ جس کی ضلوع سے ہے ایوانِ شش جہات
وہ کائناتِ حُسن ہے یا حُسنِ کائنات

وہ جس کا لفظ لفظ حقیقت کا ترجمان

وہ جس کی بات بات میں شیرینی نبات

اقوال جس کے شرح کتبِ مبین اور

افعال جس کے معنی آیاتِ بینات

جس کا وجود شانِ خداوندِ ذوالجلال

جس کی نمود لمعۃً طورِ تجلیات

وہ جس کے فیضِ دم سے معطر مشامِ حباں

وہ جس کے عطرِ بیز میں انفاسِ طیبات

ختمِ النسل، امامِ امم، ہادی سُبُل

خیرِ المورسی، حبیبِ خدا، فخرِ کائنات

ہر نقشِ پائے احمدِ مرسل ہے ایک سمع

روشن ہے جس کی نوسے رہ منزلِ حیات

ماحِسن وہ جس کے عارض و گیسو کی یاد میں

ہر روزِ روزِ عید ہے۔ ہر شبِ شبِ برات



Monthly MOHADDIS Lahore-16

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

- ✱ عداوت و تعصب قوم کے لیے زمرہ بادل کی حیثیت رکھتے ہیں — لیکن تعصبات سے بالاتر ہے
- ✱ اہتمام و تقسیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔
- ✱ علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقا کو تسلیم کرنے میں نخل کا درجہ رکھتے ہیں —
- ✱ لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیا نوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔
- ✱ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے — لیکن
- ✱ دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا جمہیت دینی اور غیرت اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔
- ✱ تبلیغ دین اور نشر و اشاعت اسلام میں حکمت عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے۔
- ✱ لیکن حرام و حلال کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی رُوح کو کمزور کرنے کے مترادف ہے۔
- ✱ آئین و سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے لیکن
- ✱ عہدِ مہدو میں سیاست تو رہ جاتی ہے چیلنجی
- ✱ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عباد و صالحین کے اوصاف میں داخل ہے — لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔



اگر آپ ایسا منصفانہ اور مغدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو :

مَحَلِّث

کا مطالعہ فرمائیے۔ آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے ان شاء اللہ۔ کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرز فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فی پرچہ ۱/۵۰ روپے

زیر سالانہ ۱۵ روپے